

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

انیسوال ریکوز یشنڈا جلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 12 فروری 2020ء بروز جمعرات بھرطابق 17 جمادی الثانی 1441 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجحہ۔	03
2	دعائے مغفرت۔	04
3	چیزیں مینوں کا پیشہ۔	05
4	رخصت کی درخواستیں	06
5	<u>درج ذیل عوامی نوعیت کے حامل مسائل زیر بحث:</u> i. - کوئئہ میں گیس پر پیشہ کی کمی۔ ii. - حالیہ شدید برفباری اور بارشوں سے پیدا ہونے والے مسائل۔ iii. - بلوچستان میں بے پناہ مہنگائی اور اشیاء خوردنوٹی کی قلت اور بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال۔ گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	07

ایوان کے عہدیدار

اپسیکر----- میر عبدالقدوس بننجو

ڈپٹی اپسیکر----- سردار بابرخان موئی خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب صدر حسین

ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہ وانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 12 فروری 2020ء بروز جمعرات بطبقہ 17 جمادی الثانی 1441 ہجری، بوقت سہ پہر 04:00 بجکر 30 منٹ پر زیر صدارت میر عبدالقدوس بن خجو، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آ خوندزاد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْکُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾
فَإِنْ تَوَلُّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ﷺ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

﴿پارہ نمبر ۱ سورہ التوبہ آیات نمبر ۱۲۸ اور ۱۲۹﴾

ترجمہ: آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں سے، بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچ حریص ہے تمہاری بھلائی پر، ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے۔ پھر بھی اگر مُنہ پھیریں تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ۔

جناب اسپیکر: جزاک اللہ۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب اسپیکر! سلطنتِ اسلام کے فرمانرو اسلامان قابوس وفات پا گئے ہیں اُن کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب اصغر خان اچکزی: جناب اسپیکر! کچھ دن پہلے ڈسٹرکٹر دوں کے ہاتھوں ایک پولیس اہلکار اور ایک ایف سی اہلکار کو شہید کیا گیا اُن کے لئے فاتحہ خوانی کرائی جائے۔

محترمہ شکلیلہ نوید قاضی: جناب اسپیکر! ان تمام فتحاؤں کے ساتھ یہ جو killer-highway ہے ان چار مہینوں میں چھیس لوگ جاں بحق ہوئے ہیں اُن کے لئے بھی فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے، سب کے لئے کی جائے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب اسپیکر: جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب اسپیکر! جب میں نے حلف اٹھایا، یہ جو موجودہ حکومت ہے، انکے بارے میں کچھ شکایتیں بھی کی۔ یہ بھی آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ میں آپ کو بتاؤ نہ کہ اس حکومت نے کیا کیا اور آپ نے بڑے طریقے انداز میں مجھ سے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا ہے۔ جناب اسپیکر! اب تو مجھے آپ کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ حکومت کیا کر رہی ہے۔ کہ آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اس پر ہمیں افسوس ہے۔ جو میرے ساتھ کیا ہے اس حکومت نے میں اس کو condemn کرتا ہوں۔ اور میں آپ کو کہتا ہوں جناب اسپیکر! اب آپ کی گلگہ وہاں نہیں ہمارے پاس ہے۔ اب یہاں ہمارے پاس آ جائیں۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: thank you نواب صاحب۔ جی اصغر اچکزی صاحب۔

جناب اصغر خان اچکزی: شکریہ اسپیکر صاحب! آج، بلکہ آج نہیں کل سے کوئی چمن شاہراہ پھر بند ہے۔ اور جس طرح پچھلے سیشن میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ ہوا۔ تاہم ہمیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا ہے۔ ہم تو کیا ڈسٹرکٹ لیوں پر کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا ہے۔ کوئی سے لوگ جا کر، چمن سے لوگ اٹھا کر، پھر دو تین دن اپنے پاس اُس کو ماورائے آئیں، ماورائے عدالت رکھ کر پورا اعلاء، پورا ڈسٹرکٹ ۔۔۔ (مداخلت۔) میں بات کرلوں ملک صاحب! مجھے بات کرنے دیں۔

جناب اسپیکر: نہیں وہ تو ویسے بھی ہے۔

جناب اصغر خان اچکزی: جناب اسپیکر! کل تین چار بندے اٹھائے گئے تھے۔ جب ڈسٹرکٹ لیوں پر ہم

نے بات کی تودہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: ابھی یہ تو ہے اس پر آپ بات کریں گے باقاعدہ ایجنسٹے میں ہے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بتا۔ کیونکہ یہ already اسمیں ہے۔ آپ اس پر بات کر سکتے ہو۔ تو میں قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت رواں اجلاس کیلئے ذیل اراکین اسمبلی کو پہلی آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں۔

1- ڈاکٹر ربانہ خان بلیدی

2- جناب مگھی شام لعل لاسی
3- جناب قادر علی نائل

4- جناب اصغر علی ترین۔ جی اسد صاحب۔

میر اسد اللہ بلوج (وزیر بہبود آبادی): جناب اسپیکر صاحب! اس ریاست، اس ملک میں رہتے ہوئے اس میں کوئی شک نہیں۔ آپ کے بھی علم میں ہے کہ ستر سال ہو گئے۔ اسی کی دہائی میں پنجگور میں فلاٹ کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور ایئر پورٹ بن گیا۔

جناب اسپیکر: آواز کم ہے اور نہیں کہنا اسمبلی کا قصور نہیں ہے ہم نے آٹھ مہینے پہلے لکھ کر کے دیئے ابھی تک مانگوں کے پیسے نہیں آئے۔

وزیر بہبود آبادی: ہاں تو آواز کم ہے تو میر اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: آپ کا قصور نہیں ہے کہ اسمبلی کا قصور ہے لیکن آپ کا قصور ہے کہ آپ کی بنیت میں ہیں۔

وزیر بہبود آبادی: ہاں تو اس کے ساتھ شاید ہم آپ کوہیں کہ آپ چندہ شروع کریں۔ پھر آپ اپنے فنڈ سے کر کے دیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) جناب اسپیکر صاحب! اسی کی دہائی میں پنجگور میں ایئر پورٹ بنی اور اس وقت جو پنجگور کی آبادی تھی ایک لاکھ ساٹھ ہزار اس وقت چار فلاٹ ہفتے میں تھے۔ جب پنجگور کی آبادی دول اکھوئی پھر تین فلاٹ ہوئے۔ پھر دو لاکھ پچاس ہزار ہوئی تو پھر دو فلامیں ہوئیں۔ بعد میں تین لاکھ ہوئی تو ایک فلاٹ ہوئی۔ ابھی پنجگور کی آبادی چار لاکھ ہے۔ ایئر پورٹ اور فلاٹ دونوں بند ہوئے۔ سوال یہ ہے کہ

چار لاکھ کی آبادی۔ اس ملک کے ہم حصے ہیں۔ سوال یہ ہے۔

جناب اسپیکر: میر اسد! اس میں اگر آپ قرارداد لے آئیں۔

وزیر بہبود آبادی: جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔ آپ اپوزیشن والوں کو کیا لگ گیا؟ آپ اتنے جلدی میں ہیں۔ اس طریقے سے چیزیں نہیں چلتیں۔۔۔ (مدخلت)۔ اپنے حلقت سے میں نے بس ہزار ووٹ لئے ہیں۔ آپ کی سپولیٹ مجھے چاہیے؟ جو بھی چیز ہوتی ہے آپ اٹھتے ہیں۔ آپ بیٹھ جائیں اپنی

جگہ پر۔۔۔ (مداخلت) وہ چھوڑیں آپ ہمیں نہیں سمجھائیں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔ آپ زیادہ سمارٹ نہیں نہیں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔ آپ بیٹھ جائیں۔

جناب اسپیکر: اس طرح نہیں کریں نصر اللہ!

وزیر بہبود آبادی: آپ بیٹھ جائیں اپنی جگہ پر۔ میں اپنی حدود جانتا ہوں۔

جناب اسپیکر: اسد صاحب! جب بڑے ہوتے ہیں تو دل بڑا کرتے ہیں۔

وزیر بہبود آبادی: دیکھیں میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کسی کو تو برداشت ہونی چاہیے اس سلسلہ میں۔

جناب اسپیکر: نہیں اپوزیشن کا جلاس ہے وہ توانی دامان پر بول رہا تھا۔ چلو اسکو دومنٹ میں ختم کرنے دیں۔ پھر آپ اپنی بات شروع کر دیں۔

وزیر بہبود آبادی: پنجگور سات سو کلو میٹر کراچی سے دور ہے۔ ہمارے لوگوں کی معاشی، معاشرتی مسئلے جڑے ہوئے ہیں سارے کراچی سے۔ جو بیمار ہوتے ہیں وہ بھی کراچی علاج کیلئے جاتے ہیں۔ میں یہی سمجھتا ہوں اس ملک میں دو ہر امعیار نہیں ہونی چاہیے۔ پنجگور کے لوگوں کے پاس پورٹ، شناختی کارڈ زاس ملک پاکستان کے ہیں۔ لاہور اور اسلام آباد میں وہاں فلاٹ بھی ہیں۔ foreign فلاٹ میں بھی جاتے ہیں۔

موڑوے بھی ہے ریلوے بھی ہے تمام سہولتیں ہیں۔ ہم پنجگور کے لوگوں کی ابھی 2021ء میں فلاٹ کا بند ہونا۔ یہ message کیا دینا چاہتے ہیں؟ میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس کے ساری ذہنیت، یہ جرنا بر ابری کے انداز کو ختم کریں۔ اس فلور کے حوالے سے جو ساختی کہتے ہیں۔ یہ توفیڈ رل کا مسئلہ ہے۔ اس فلور پر میں کھڑے ہو کر ان صحابیوں کو مخاطب ہوں کہ ان آقاوں کو، ان حکمرانوں کو کہے کہ استھانی نظر سے بلوجستان کو دیکھتا بند کریں۔

نوآبادیاتی طرز عمل حکمرانی بند کریں۔ ہمیں انصاف چاہیے۔ اگر انہوں نے یہ فلاٹ دوبارہ نہیں کھوئی تو پنجگور کے چار لاکھ عوام کے ساتھ ہم سراپا احتجاج ہونگے یہ ہمارا ایک اصولی اور قانونی حق ہے۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: بالکل! بڑی مہربانی بڑا چھا آپکا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اس کو فرادراد کی شکل میں لائیں تاکہ اس کو منظور کیا جائے۔ شکریہ۔

سیکرٹری صاحب رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب صفتدر حسین (سیکرٹری اسمبلی): سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی نہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی

سیکرٹری اسمبلی: سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر نے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی

سیکرٹری اسمبلی: سردار مسعود خان لوئی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد نواز کا کڑ صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی

سیکرٹری اسمبلی: میر نصیب اللہ مری صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ (رخصت منظور ہوئی) رخصت منظور کرنے کیلئے ایک بندہ بھی کافی ہے۔

سیکرٹری اسمبلی: بی بی فریدہ صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی
چونکہ آج کا اجلاس ریکویژن اجلاس ہے۔ جس میں درج ذیل عوای نویت کے حامل مسائل زیر بحث لائے جائیں گے۔

ا۔ کوئٹہ میں گیس پریشر کی کمی۔

ii۔ حالیہ شدید برفباری اور بارشوں سے پیدا ہونے والے مسائل۔

iii۔ بلوچستان میں بے پناہ مہنگائی اور اشیاء خوردنو شی کی قلت اور بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال۔

جی کوئٹہ میں گیس پریشر کی کمی پر آپ بات کریں گے۔ ہاں پہلے اپوزیشن لیڈر بات کریں گے۔

ملک سکندر خان ایڈو و کیٹ (قائد حزب اختلاف): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر! We hope! کہ بحیثیت کمیٹیوں آف دی ہاؤس آپ اپنی فرائض قانون اور قاعدے کے مطابق ادا کریں گے۔ اور اس

کا ہمیں یقین ہے۔ آج یہ اجلاس دو بجے بلا یا گیا تھا۔ ہمارے ساتھی مختلف علاقوں کراچی سے اور دور دراز علاقوں سے، مولانا نور اللہ صاحب کل عمرے سے تشریف لائے ہیں۔ ہم نے انکو کہا کہ جی آپ مسلم باغ نہ جائیں کل اجلاس ہے رات انہوں نے یہاں گزاری اور باقی ساتھی مختلف جگہوں سے سفر کر کے آئے۔

جناب اسپیکر: اس میں ملک صاحب! یہ ہوا تھا کہ دو بجے نماز اور کھانے کا وقت بھی تھا تو یہ ساری چیزیں میں نے کہا کہ آپ نے غلط وقت رکھا ہے۔ میرے خیال میں سب کو message بھی کر دیا تھا اور وہ اطلاع بھی بھیج دیے تھے سیکرٹری صاحب نے۔

قاائد حزب اختلاف: کم از کم ہمیں بتا دیا جاتا۔ سب کو کل بتادیئے جاتے۔ میرے ساتھی چار بجے آجائے۔

جناب اسپیکر: گیارہ بجے سب کو بتا دیا تھا۔ روز میں بھی ہے آگے پیچھے کر سکتے ہیں ٹائم کو۔ آپ خود اسپیکر رہے ہیں روز میں بھی ہے۔ لیکن یہ ہے کہ میں نے اس لئے نہیں کیا۔ اذان ہو رہی ہے پھر بات کریں گے۔

(عصر کی اذان کی آواز۔ خاموشی)

اس میں ملک صاحب! اس طرح ہے کہ دو بجے سب دفاتروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور سارے آفسوں میں بچنے ہوئے تھے۔ پھر کھانے اور نماز کا ٹائم ہوتا ہے دو بجے۔ دو بجے غلطی سے ہوا۔ پہلے بھی آپ لوگوں نے خود کہا کہ دو بجے کبھی نہیں کرنا۔ دو بجے سیکرٹریٹ میں ادھر ادھر کاموں سے لوگ نکلے ہوئے تھے۔ تو اس چیز کے لئے کیا ہے۔ اور آپ کو پتہ ہے آسمبلی میں اس چیز کو آپ discuss بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ اور روز میں بھی ہے اس کو اگر ایک دو گھنٹے اسپیکر آگے کرتا ہے۔ تو آپ خود اسپیکر رہ چکے ہیں۔

قاائد حزب اختلاف: جناب! ہم اس پر زیادہ بحث نہیں کرتے ہیں۔ صرف میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان چیزوں کا بڑا اثر پڑتا ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں گیارہ بجے پیغام سب کو بھیجا ہے اور باقاعدہ آپ کو بھی۔

قاائد حزب اختلاف: ایک دوسری گزارش جوانہتاں ضروری ہے جناب اسپیکر! آج کا یہ ایجاد ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں الحمد للہ ہاؤس میں کتنے لوگ بیٹھے ہیں اور یہ سب لوگوں کی ضرورت کی ہے۔ اصغر خان صاحب نے بھی اس پر بات کی اور جناب اسد صاحب نے بھی۔ تو میری گزارش یہ ہو گی کہ آج کا جو اجلاس جس حد تک چلے۔ کل اگر مارنگ میں ایجاد conclude نہیں ہوتا تو مارنگ میں رکھیں تاکہ لوگ جو آسمبلی کا فورم ہے وہ properly استعمال کر سکیں۔ یہ ہماری گزارش ہو گی۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

قامہ حزب اختلاف: تیسرا گزارش جناب! بی ایم سی کے کچھ لوگوں کو یہاں اسمبلی کے گیٹ سے گرفتار کیا میں سمجھتا ہوں کہ Law تو انی جگہ پر چلتا ہے اپنا راستہ بنادیتا ہے۔ لیکن یہ لوگ گزشتہ کئی دنوں سے بلکہ عشروں سے احتجاج پر ہیں۔ ان کا کیمپ ہے وہاں وہ احتجاج کرتے ہیں۔ جو تقاریر یہاں کرتے ہیں وہ تقاریر اپنے احتجاج کی جگہ پر کرتے ہیں۔ لیکن آج اسمبلی کے اس گیٹ سے ان کو گرفتار کرنا یا ان کا احتجاج اسمبلی تک نہ پہنچنے دینا میں سمجھتا ہوں کہ ایک غیر جمہوری عمل ہے۔ جس کے حکم پر یہ گرفتاری ہوئی ہے یہ مناسب نہیں ہے۔ ان کو احتجاج کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ جمہوریت میں یہی تو ایک چیز ہوتی ہے کہ لوگ گھل کر اپنی احتجاج ریکارڈ کر سکیں، ابھی تو ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے کہ اگر آپ نے زبان کھولی۔ لیکن ویسے عملاً تو ڈکٹیٹر شپ ہے۔ لیکن ویسے جو جمہوریت کی تعریف ہے۔ اس میں ہے کہ لوگوں کو رائے کی آزادی یا لوگوں کی آواز کو دیا بانہیں جاسکتا۔ تو یہ میری گزارش ہے کہ انکے، اس عمل پر جناب آپ ایک ایکشن لیں جناب اسپیکر! جس طرح جمہوریت عام طور پر جس کی تعریف ہوتی ہے کہ ہر آدمی کو حکمرانی کے معاملات میں ٹھوڑا بہت حصہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر جو Public Representatives وہ آتے ہیں اپنی مدعایہاں رکھتے ہیں۔ اس مدعایہ کو وزن ملنی چاہیے۔

جناب اسپیکر: ہوم منسٹر صاحب! یہ میرے خیال میں اس طرح ---

قامہ حزب اختلاف: unfortunately پاکستان جس مقصد کے لئے آزاد ہوا ہے یا اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ اسکا ایک open نظریہ ہے۔ اور اس نظریے کی پروپری آج بھی عملاً تو نہیں ہوتا۔ زبانی جمع خرچ میں اس نظریے کی بات ہوتی ہے کہ ایسا خطہ ہو گا جہاں مسلمان قرآن اور سنت کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے قبل بنیں گے۔ اور ان کی زندگیوں میں قرآن اور سنت کا عادلانہ نظام ہو گا۔ یہی وہ purpose تھا پاکستان کی آزادی کا۔ اور یہی نظریہ پاکستان ہے۔ آج ہمارے جتنے بھی سرکاری تقاریب ہوتے ہیں چودہ اگست کے جناب اسپیکر! یہ ایک ترانہ گایا جاتا ہے کہ نظریہ پاکستان ہی بقائے پاکستان ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے آزادی کے دن کا نفرہ ہے۔ لیکن عملاً جس طریقے سے نظریہ پاکستان کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے یہ صد افسوس، قابل افسوس ہے۔ اور ہماری آواز اس حد تک پہنچنی چاہیے کہ منافقت کی بھی حد ہوتی ہے۔ جس بنیاد پر یہ ملک وجود میں آیا ہے، جس بنیاد پر اس ملک کا یہ آئین جو آج یہاں لاگو ہے اس کے مطابق اگر اس ملک کو چلا یا جائیگا تو جو نفرتیں، جو احساسِ محرومیاں ہیں۔ جو لوگوں کے ساتھ ظلم و جبر ہے یہ اس کا خاتمہ ہو گا۔ لیکن issue unfortunately جناب اسپیکر! جس وقت پاکستان بنایاں اس کو زیادہ نہیں لکھ رہا ہوں گا کیونکہ اصل

کی طرف آنا ہے۔ صرف جناب کے سامنے اس کو عرض کروں گا کہ اس لئے یہ ضرورت ہے۔ اس پر ہم سب کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کے بننے کے بعد اس وقت کی وہ بیوروکریسی جنہوں نے تین، تین تیس سال انگریز کے دور میں اس انگریز کی حکمرانی میں انہوں نے ملازمت کی تھی۔ بھاگ دوڑ انکے ہاتھ میں آیا۔ independent کوئی بھی پاکستان میں بننے والا جو تھا بیوروکریٹ اسکو کوئی حصہ نہیں ملا اسی طرح 1951ء تک جناب اپسیکر! جزل گریسی پاکستانی افواج کا چیف رہا، سپہ سالار رہا۔ چیف آف آرمی آف پاکستان اس کی ساری سروں جوانگریز کے دور کی تھی۔ اسی لئے یہ جو پاکستان کا نظریہ تھا۔ پاکستان کے تخلیق کے مقاصد تھے یہ پس مظہر میں چلے گئے۔ اور آج تک یہ مقاصد حل نہیں ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے ڈکٹیٹر شپ جیسے بھی آتا تھا ایوب کی شکل میں، ضیاء کی شکل میں، جزل مشرف کی شکل میں۔ عوام بھی سیاستدان بھی جمہوریت پسند بھی ڈکٹیٹر شپ کی مخالفت کرتے تھے۔ لیکن اب جو صورتحال ہے مرکز کی بھی جناب اپسیکر! آپ کے سامنے ہے اور ہمارے صوبے کی بھی صورتحال جناب کے سامنے ہے۔ بجائے اس کے کہ کسی اور کے through اس ڈکٹیٹر شپ میں لوگ اب سوچ رہے ہیں کہ اس میں کم از کم جان و مال کی تھوڑی بہت حفاظت تو تھی۔ اب ہماری اس وقت 17 مہینے تقریباً ہوئے ہیں اس اسمبلی کو constitute ہوتے ہوئے۔ اس اسمبلی میں ڈیڑھ سال تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا نظم حکمرانی پر، یہاں تقریریں تو کی جاتی ہیں لیکن سدھار کی طرف ایک قدم ہے وہ آج تک عمل نہیں اٹھایا گیا جناب اپسیکر! اس ہاؤس میں جو سب سے بنیادی عمل ہے وہ ہے پارلیمنٹ کی بالادستی۔ یہ ہاؤس پارلیمنٹ کی پالیسی دیتی ہے۔ اس پالیسی کو implement democratic process میں اس functionaries کرتے ہیں۔ حکومت کرتی ہے۔ اب یہاں پر کوئی ایسی پالیسی جو ہماری طرف سے بار بار ہم نے استدعا کی ہے اس پر کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ تو اب پالیسی پارلیمنٹ کی ہے نہیں۔ اور جب پارلیمنٹ کی پالیسی نہیں ہوگی تو پھر democratic process بھی ترقی نہیں کریگا۔ لوگوں کے حقوق بھی نہیں ملیں گے۔ اور لوگوں کے لئے آسانیاں بھی پیدا نہیں ہوں گی۔ صرف آکر لمبی لمبی تقاریر کر کے، کاغذوں پر ترقی کی باقیں کر کے، اس سے لوگوں کو وہ منافع نہیں ملتا جو انصاف کی بنیاد پر ملتا ہے۔ جہاں پارلیمنٹ کی پالیسی کو منسٹرنیں بلکہ جو functionaries ہیں وہ implement کریں یہ ہوتا ہے جمہوری عمل کا ارتقاء بھی، اس کی ترقی بھی آج ہم دیکھتے ہیں جناب اپسیکر! اس سترہ، اٹھارہ مہینوں میں رشوت سریٹی فائیٹر ہو گیا ہے۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ سارے ذمدادی یہاں بیٹھے ہیں۔ ایک شریف آدمی میں جیونے کی سکت ختم ہو گئی ہے اس معشرے میں۔ کوئی مانے یا نہ مانے جناب اپسیکر! ایک شریف اور دیانتدار شخص کو چاہے بیوروکریسی میں ہو، چاہے کسی اور

میں ہو، اُس کو جینے کا حق نہیں۔ تو ہم کیسے کہہ سکیں کہ یہاں پر اچھا یاں ہو رہی ہیں یا لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے یہاں بنیادیں مضبوط ہو رہی ہیں یا کرپشن ختم ہو رہی ہے؟ جناب اسپیکر! 2018ء میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور ہیلٹھ ڈیپارٹمنٹ میں جو بھرتیاں ہوئی تھیں اس کے خلاف آواز لگائی گئیں۔

جناب اسپیکر: ملک صاحب! topic پر آجائیں۔

قائد حزب اختلاف: قاپ پر آ رہا ہوں یہ سارا topic کا حصہ ہے جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: آئیں یہ بھرتیاں کہاں سے آگئیں اور دوسری چیزیں؟ کیونکہ اور بھی آتے ہیں وہ انکے لئے ہر ایک کا اپنا اپنا ایجنسڈ اہوتا ہے۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! دلفظی باتیں ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ بنیادیں الکھاڑی ہیں یا بنیادیں بنانی ہیں جناب اسپیکر! 2018ء میں ہیلٹھ اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں جو irregular appointments ہوئی تھیں، اُسکے خلاف کمیٹی بنی اس ہاؤس میں۔ یہاں سے اعلان ہوا کہ کمیٹی بننے کی اور کمیٹی دیکھنے کی جو ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں اسمبلی میں جو آواز اٹھائی گئی وہ اپنی جگہ پر ہے۔ سی ایم آفس سے بھی دو، تین دفعہ پیپرز میں بھی، نیوز میں بھی یہ آیا کہ واقعتاً irregularity ہوئی ہے۔ پھر چیف منسٹر ایجنسپکشن ٹیم ہے اسکو یہ ریفر کیا گیا۔ اُس کی بھی رپورٹ آگئی ہے۔ لیکن کسی ذمہ دار سے کوئی چیز پوچھا نہیں گیا۔ جب اعلانیہ irregular-process ہو گا تو پھر کہاں سے کہاں جاسکتا ہے کہ یہاں سدھار کی بات ہوگی جناب اسپیکر!

اس وقت جو مہنگائی کی صورتحال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ پوری قوم کے سامنے ہے۔ سارے پارلیمنٹری ریز کے سامنے ہے۔ ایک غریب آدمی سارے مہینے کی محنت کے بعد صرف آٹے کی گنجائش نہیں رکھتا کہ اپنے بچوں کو روٹی بنایا کر دے سکے۔ باقی چیزیں تو درکنار۔

جناب اسپیکر: ملک صاحب! آپ ساری چیزوں کو mix کر رہے ہیں ابھی ایک ایک ایجنسڈ پر آ جائیں مہنگائی بھی آپ کا ایجنسڈ ہے دوسرے ایجنسڈ سارے ہیں۔ آپ اس پر بھی گھنٹہ بول دیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اب main topic پر آ جائیں تاکہ conclude کرتے جائیں ٹاں۔

قائد حزب اختلاف: ایجنسڈ تو conclude ہو گا جناب! میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ جو مہنگائی ہے۔

جناب اسپیکر: ایک تقریر میں سارے کردیں گے۔ علیحدہ علیحدہ پوائنٹس ہیں۔

قائد حزب اختلاف: نہیں، یا الگ الگ پوائنٹس ہیں، سب ساتھی ان پر تقریر کریں گے۔

میر حمل کلمتی: ایک ساتھ کر لیں۔

جناب اپسیکر: ایک ساتھ ہونیں سکتے، بہت ہیں امن و امان ہے، آپ کا مہنگائی ہے برف باری ہے آپ اس پر آ جائیں پھر دوسری topics پر جائیں، پھر وہ easy ہو جائیں۔

قائد حزب اختلاف: مہنگائی کا ایک چھوٹا سا کونارہ گیا ہے۔

جناب اپسیکر: وہ ہے آپ کے پاس نا۔ بلوچستان میں بے پناہ مہنگائی ہے اس پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف اچھا ٹھیک ہے تو جناب اپسیکر! گیس ایک عجیب منطق ہے بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ ایک عجیب مذاق کیا جا رہا ہے۔ اخلاقیات کا بھی یہ تقاضا ہے۔ قوانین کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ”جو چیز جہاں سے برآمد ہوتی ہو پہلے اُس علاقے کو فائدہ دیا جائیگا“، لیکن یہ ارمان بلوچستان کے باشندوں کا آج 70 سالوں کے بعد بھی پوری نہیں ہوئی۔ کوئی نہ کے علاوہ صرف زیارت، مستونگ، قلات، پشین یہاں گیس ہے اور پھر اس گیس کی جو کیفیت ہے دو، تین مہینوں سے آپ دیکھ رہے ہیں۔ پہلے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ ایسا امتیازی سلوک کیوں روکا جاتا ہے؟ گیس اگر بلوچستان میں آج کم ہے لیکن 1950 سے لے کر اب تک یہ پورے پاکستان کو بلوچستان گیس سپلائی کرتا رہا ہے۔ تو یہ بے انصافی ہے۔ آپ کے نوٹس میں میں لاتا ہوں جناب! کہ اس پر ہاؤس کا جو ہے یا احتجاج آپ IMF کے ساتھ اٹھائیں ہماری آواز کو اس حد تک جہاں پہنچ سکتا ہے پہنچائیں۔ ایک دوسرے غیر منطقی بات کہ یہاں تو صوبے کا دفتر ہے۔ جزل میجر سوئی سدرن گیس یہاں ہمارے سمنگلی روڈ پر ان کا آفس ہے۔ لیکن جناب اپسیکر! 10 انج کے پائپ کے لیے دوفٹ یا 13 انج فٹ کے پائپ کے لیے بھی جب انکو approach کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جی ہم کراچی سے منگوا کیں گے۔ ایک nut ہے جہاں کہیں وہ لگتا ہے اس کے لیے بھی یہ کہتے ہیں کہ جی ہمیں یہاں چیز رکھنے پر پابندی ہے جتنے پائپ ہیں وہ وہاں سے لا کیں گے۔ اس کے بعد جب tender ہوتا ہے تو وہ بھی 6 مہینے، سال کے بعد وہ mature ہوتا ہے۔ تو یہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ جہاں صوبے کا جزل میجر بیٹھا ہے وہاں جو ضرورت کی pipes ہیں یادوسرے جو infrastructure ہیں اس کو صوبے کے دفتر میں ہونا چاہیے۔ بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اس کا ہیڈ آفس بھی بلوچستان میں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر وہ نہیں بنتا تو کم از اتنا ہونا چاہیے کہ ضرورت کے مطابق 100 فٹ پائپ ہیں 200 فٹ پائپ ہیں اگر یہ فوری طور پر ضرورت پڑتی ہیں تو اس کے لیے 6 مہینے کا انتظار یہ دنیا کا سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور اس صوبے کے ساتھ اور عموم کے ساتھ۔ تیسرا گزارش جناب اپسیکر! ہم کوئی

کے نو MPA's نے گیس کے جزل میجر اور ان کے اساف اور اس کے ساتھ ڈپٹی کمشنر صاحب کوئہ CCPO صاحب کوئہ اور ان کی ٹیم۔ ہم نے 5 گھنٹے ان کے ساتھ بیٹھ کر۔ اس میں لیکسکو کے لوگ بھی تھے کیونکہ لیکسکو کی طرف سے بھی ہمارے بلوچستان کی لوگوں کو بڑی reservation ہیں۔ ان کے لیے مشکلات ہیں اس سلسلے میں ان کو بھی بٹھایا۔ 5 گھنٹے کے بعد ایک تو انہوں نے یہ بات جناب اپیکر! رکھی کہ جی یہاں ہوتی ہے اس لیے گیس ہم کم دیتے ہیں۔ یہ بذات خود ایک ظلم ہے جناب اپیکر! ڈپٹی کمشنر صاحب جو کوئہ کی ایڈمنیسٹریشن کے سربراہ ہیں۔ وہاں CCPO کوئہ جو کے پولیس اور Law Enforcement Agencies کے سربراہ ہیں ان کے سامنے ہم نے ان کو کہا کہ جی یہ حق آپ کا عالم سے نہیں بتا۔ آپ کے پاس Law ہے۔ آپ کے پاس اختیارات ہیں اور آپ کے پاس یہ جو کوئہ میں law کو یہ لوگ regulate کرتے ہیں۔ ان سے ہم نے پوچھا کہ آپ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ رات کو بھی آ جائیں تو ہم حاضر ہیں جو غلط کام کرتا ہے اس کو ہم پکڑیں گے بھی۔ اس کو ہم سزا بھی دیں گے۔ ہم نے بیک زبان انکو کہا کہ جو illegality کرتا ہے آپ اگر آپ اس کو گرفتار کرتے ہیں تو ہماری طرف سے کوئی interference نہیں ہوگی۔ بلکہ ہم آپ کی اس بات کو تصدیق اور تائید کریں گے۔ اب ان تمام چیزوں کو بعد جناب اپیکر! یہ حق ہے لوگوں کا کہ جب ان سے بل لیا جاتا ہے چاہے بجلی کا ہو، چاہے گیس کا۔ تو ان کو گیس فراہم کیا جائے یہ اُن کا آئینی اور قانونی حق ہے۔ اس حق سے ان کو محروم کرنا ظلم ہے۔ اور یہ اس کے خلاف کارروائی بھی ضروری ہے۔ اب تو ہائی کورٹ نے بھی فیصلہ دے دیا ہے کہ یہ تمہاری responsibility ہے کہ لوگوں کو گیس کی facility دے دیں۔ تو ہمارا مطالبہ ہے کہ اب بھی کئی ایسے علاقے ہیں جہاں گیس کا پریشانیں ہے۔ اور وہ جو سخت دن تھے اُس میں، کوئی میں کئی اموات ہوئی ہیں جناب اپیکر! بچے اور عمر سیدہ لوگ سردی کے مارے بیمار ہوئے ہیں تو یہ سارا اُس گیس کا جو ڈیپارٹمنٹ ہے اُس کی غفلت کی وجہ سے ہے۔ ہم یہ کہتے ہے کہ جہاں کہیں آپ نے لائی پہنچائی ہے، میٹر لگایا ہے۔ اُس کا اگر پریشانی کم ہوتا ہے تب بھی آپ کے ذمے ہے اس کو اگر گیس نہیں پہنچائی جاتی تب بھی آپ کے ذمے ہے۔ اور جناب سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس قسم کی ایک رو لنگ آجائے کہ جب آپ نے گیس پہنچادی، میٹر لگا دیا، پھر آپ کو یہ excuse نہیں کر سکتے ہیں اگر آپ کو کسی سے شکایت ہو تو ڈسٹرکٹ ایڈمنیسٹریشن یا پولیس کی جو ہماری فورس ہے، وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ کھڑی رہے گی۔ تو اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس سلسلے میں جناب کی طرف سے رو لنگ آنی چاہیے۔

- Thank you very much.

جناب اسپیکر: thank you جی کس چیز پر میں آپ کو مائیک دے دوں، تو میرے پاس پر چیاں ہیں جس نے بات کرنی ہے وہ اپنے نام بھیج دیں۔ جی نصراللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: جس جس نے اس topic پر بات کرنی ہے اپنا نام بھیج دیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے گیس پر لیشر اور ہمارے جتنے بھی ڈسٹرکٹس ہیں جہاں گیس ہے اس صورتحال پر ہم نے ایک ریکوزیشن جمع کیا تھا اور آج اس کا اجلاس ہو رہا ہے جناب اسپیکر! آپ کو ہتر معلوم ہو گا کہ آج سے کوئی پیچاں سال پہلے سوئی کے مقام سے گیس دریافت ہوئی۔ اور پیچاں کی دہائی سے لے کر آج تک کتنی گیس نکالی گئی، آج بھی جو پڑھو لیم، گیس پیڑھو لیم کمپنیاں ہیں، پی ایس او ہے، پی پی ایل ہے، باقی کمپنیاں ہیں، انہوں نے آج تک ہمارے اس صوبے کو کوئی حساب کتاب datawise ہمیں provide نہیں کیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ لے جانا تھا ان پیچاں سالوں میں وہ لے کر گئے۔ اپنے گھروں تک پہنچایا۔ اپنے بڑے بڑے کارخانوں کو ہمارے گیس کے ذریعے وہ چلا رہے ہیں۔ اس دوران violation کا پورا Constitution کا پورا violation ہوتا رہا۔

جناب اسپیکر! میرے سامنے آئیں پاکستان کا ایک book رکھا ہوا ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جہاں سے، بالخصوص گیس کے حوالے سے، اُس کا پہلا حصہ اس صوبے کے عوام کا ہے۔ اس دوران باقی ملک میں، بالخصوص سندھ میں گیس دریافت ہوئی۔ 1984ء میں تباہ کر کے پہلی مرتبہ کوئی شہر کو گیس ملی۔ اور وہ بھی کچھ علاقوں میں کوئی شہر کے بھی عین وسط میں جوٹی کا علاقہ کھلاتا ہے وہ اور پھر کینٹ کو گیس دی گی۔ اس کے بعد جناب اسپیکر! بڑی تگ و دو کے بعد، بڑی کوششوں کے بعد ہی ممکن ہو سکا کہ ہم نے زیارت کو کیونکہ وہاں صنوبر کے بہت سارے جنگلات ہیں جو بیدردی سے کاٹے گئے حکمرانوں کی ناہلی کی وجہ سے آج زیارت کو صنوبر کے جو جنگلات ہیں، وہ 70 فیصد کاٹے گئے ہیں۔ اس کے ماحولیات پر جو اثرات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں جناب اسپیکر! ہم نے زیارت کو گیس دی قلات، مستوی تگ، اور پیشین کے ان پانچ اضلاع کو ہم نے گیس دی۔ لیکن جناب اسپیکر! آج ایک particular موضوع پر بحث ہو رہی ہے کہ گیس اس صوبے کی ملکیت ہے، 1950ء سے لے کر آج تک افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے جناب اسپیکر! کہ ہم گیس استعمال کر رہے ہیں، زندگی بچانے کے لیے۔ پنجاب اور سندھ میں لوگ گیس استعمال کرتے ہیں اپنی ضروریات کے لیے۔ اپنے کارخانوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ہم نہ کارخانوں میں گیس استعمال کرتے ہیں۔ ہم صرف اپنے گھروں میں اپنی

زندگیاں بچانے کے لیے ہم استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن جناب اپیکر! ابھی جب جنوری میں، یکم جنوری کو پھر 11 اور 12 جنوری کو کوئٹہ شہر میں برف باری ہوئی۔ کوئٹہ شہر کے اندر دو تین فٹ برفباری آس پاس۔ باقی اضلاع میں ٹپر پچر زیارت میں منفی 15۔ کوئٹہ میں منفی 10 تک پہنچا۔ قلات، مستونگ اور پھر پشین میں اس دوران گیس کی کیا صورتحال تھی۔ جناب اپیکر! آپ یقین کریں کہ اس دوران جتنی مصیبت ہمارے عوام نے اٹھائی اس حکومت کے دور میں۔ جب یہاں ایک selected حکومت مرکز میں آئی۔ جس نے عوام کا، ہم آگے جا کر بولیں گے مہنگائی پر کہ عوام کا جو ستمیا نا س کر دیا اس حکومت نے وہ آپ کے سب کے سامنے ہے۔ اور یہاں جو صوبے میں حکومت آئی ہے، وہ بھی selected آئی ہے، اس نے جو عوام کا حال کر دیا وہ بھی جناب اپیکر! آپ کے سامنے ہے عجیب سی صورتحال ہے۔ کوئٹہ سے منتخب قومی اسمبلی اس شہر سے منتخب نہ نہیں۔ یہ عجیب سالگا کہ وہ آیا دو دن پہلے۔ لکھا گیا تھا کہ فلاں قومی اسمبلی کے ڈپلی اپیکر صاحب آئے کوئٹہ کا دور روزہ دورے پر۔ دو ماہ کے بعد آیا جب وہ آفت کوئٹہ شہر پر تھی وہ غائب تھی۔ انکی حکومت غائب تھی۔ انکے نمائندے غائب تھے۔ اور یہاں صورتحال یہ تھی کہ، میرے حلے میں بہت سارے حادثات ہوئے جناب اپیکر! ایک گھر میں حادثہ ہوا گیس پریشر نہ ہونے کی وجہ سے۔ انہوں نے گیس جلائی تھی۔ وہ لوگ بے چارے سو گئے بعد میں گیس رات کو آئی دوبارہ والد، بیوی اور دو یا تین بچے تھے بیچارے وہ مر گئے اچھا جناب اپیکر! اس طرح بہت سارے واقعات ہوئے۔ یہ جو لوگ مرے ہیں انکا مقدمہ کس کے خلاف درج ہوئی چاہیے۔ حکومت کے خلاف، وفا قی حکومت، صوبائی حکومت یا پھر سوئی سدرن گیس کمپنی کے خلاف؟ یہ جو انکے دو بچے رہ گئے ابھی اسکو کون پالے گا کیا حکومت؟ اس حوالے سے جو لوگ گیس حادثات کی وجہ سے بیچارے مر گئے انکا کیا ہوگا، کیا حکومت ازالہ کر گی؟ کیسے ازالہ کر گی جناب اپیکر؟ یہ صورتحال تھی اتنی تکلیف دہ صورتحال تھی کہ ہم مجبور ہو کر ہم گیس آفس کے سامنے ہم کوئٹہ کے ممبران نے دھڑنا دیا۔ وہاں ہم بیٹھے رہے جناب اپیکر! یہ بھی آپ کو بہتر معلوم ہے کہ آج پاکستان میں روزانہ تین ہزار نو سو ملین کیوبک فٹ mcf گیس پیدا ہوتی ہے۔ اور ہمیں provide کیا جا رہا ہے صرف اور صرف ایک سو ستر سے لیکر ایک سو اسی mcf ہمیں دی جا رہی ہے گیس۔ تو اس سے کیا یہ پریشر بڑھے گا؟ ہمیں گیس کمپنی والے بتاتے ہیں یہاں کہ ہم کیا کریں۔ ہمیں تو گیس دی نہیں جا رہی۔ اور یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ۔ حکومت میں شامل ہیں آج تک اس حکمرانوں کا کوئی بیان کوئٹہ کے عوام کی ہمدردی میں آئی ہے؟ کیا یہ مسئلے انہوں نے قومی اسمبلی میں اٹھائے ہیں؟ بھرے بھرائجع ہوتے ہیں وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔-- (مداخلت۔) میں آپ کی بھی بات کر رہا ہوں جناب آپ بھی فناں منظر ہیں آپنے کیا کیا ہے اس عوام

کیلئے؟ آپ نے عوام کا بیڑا اغرق کیا ہے یہاں--- (ڈیک بجائے گئے)۔ وہ تو بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تو ایسا استینا اس کردیا جناب اپسیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ عجیب سی بات ہے کہ کیسی ہوتی نہیں ہے۔ کسی گاؤں میں کیسی نہیں ہوتی اور اُنکے بل کتنے آتے ہیں؟ ڈیڑھ لاکھ روپے۔ ابھی اس ہاؤس میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اُنے گھروں کے ایک ایک لاکھ روپے کے بل آئے ہیں۔ آج میرے گھر ایک بیوہ خاتون آئی تھی۔ اُس نے مجھے بل دکھایا کہ یہ میرے چالیس ہزار روپے کا ہے۔ میرا ایک کرہ ہے۔ میں ایک ہیٹھ جلاتی ہوں۔ لیکن اسکا بل آیا ہے پچاس ہزار روپے، چالیس ہزار روپے۔ اچھا گیس ہے نہیں تو یہ بل کہاں سے آتے ہیں؟ عوام کیا کریں اسکا جناب اپسیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آپ as a Custodian of the House جناب اپسیکر! آپکے پاس powers ہیں۔ آپ مہربانی کر کے ملاں میں سیکرٹری پڑولیم اینڈ گیس کو۔ بلاں آپ ایم ڈی کو کہ آپ نے اتنے over billing کی ہے یہ عوام کہاں سے ادا کریں۔ کسی میں سکت نہیں ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے گیس استعمال ہی نہیں کیئے ہیں یہ بل کہاں سے آگیا۔ ایک تو یہ جناب اپسیکر! کہ تمام جتنے بھی بل ہیں اس قسم کے ختم ہونے چاہئیں۔ آج آپ رولنگ دے دیں کہ جتنے بھی لوگوں کے بل آئے ہیں سب کو ختم کیتے جائیں۔ اس لیئے کہ گیس تھی ہی نہیں۔ پریش رکھا ہی نہیں۔ عوام جو ہے انہوں نے کیسی سردیاں گزاری ہے اور اب تک گزار رہے ہیں۔ یہ تو ہم غریب لوگوں سے پوچھیں جا کر جناب اپسیکر! میری یہ تجویز ہو گی کیونکہ باقی موضوعات بھی ہیں اس پر بھی بولنا ہے سب ممبران نے۔ پہلی تجویز میری یہ ہو گی جناب اپسیکر! کہ تمام جتنے بھی overbilling ہیں اسکا آپ رولنگ دے دیں اسکو ختم کریں۔ یہ بڑا مسئلہ ہے جناب اپسیکر! دوسرا بات یہ ہے کہ جتنے بھی حادثات ہوئے ہیں سوئی سدرن گیس کمپنی کو پابند کیا جائے۔ جس طرح دشمنگردی کے واقعات میں لوگ شہید ہوتے ہیں ہم نے قانون پاس کی ہے اس اسمبلی میں۔ ہم انکومعاوضہ دیتے ہیں۔ پویس الکاروں کو معاوضہ ملتا ہے۔ غریب لوگوں کو جو شہید ہوتے ہیں انکومعاوضہ ملتا ہے۔ جو لوگ گیس پر پریش رکھنے ہوئے کی وجہ سے گیس حادثات میں لوگ بیچارے جاں بحق ہوئے ہیں انکو جتنے شہید کو compensation ملتا ہے وہ compensation کمپنی کو پابند کریں۔ جا کر آپ ان غریبوں سے پوچھیں جب اُنکے لخت جگر بیچارے جان بحق ہو گئی اس گیس کی پریش رکھنے کی وجہ سے انکو کمپنی معاوضہ ادا کریں جناب اپسیکر! آزیبل ہائی کورٹ نے حکم جاری کی ہے کہ آج کے بعد گیس پر پریش میں کوئی کمی نہیں ہو گی تمام علاقوں میں۔ آپ سیکرٹری پڑولیم اینڈ گیس کو بلاں میں کہ ہمیں کم از کم ایک سو سترائیم سی الیف کی بجائے آپ اسکو بڑھا کر دوسو میں تک لے جائیں۔ اس سے بڑھاں میں یہ آپ رولنگ دے دیں دوسرا رولنگ جناب اپسیکر! اس سے بڑھ کر یہ کہ جتنی بھی آپ کی

کمپنیاں ہیں یہاں پی پی ایل ہے۔ پی سی او ہے۔ باقی جتنی بھی کمپنیاں ہیں۔ ہمارے صوبے کے اس آئین کے تحت ہمیں تمام ڈیٹا دیا جائے کہ اس پچاس سالوں میں انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلا ہے۔ کتنے کھربوں، اربوں روپے لیکروہ گئے ہیں۔ کتنی چالبازیاں ہمارے ساتھ کیئے ہیں۔ یہ بھی آپ آج کی رونگ میں دے دیں۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر صاحب: جی ضیاء اللہ علوصاہب۔

میرضیاء اللہ علوصاہب (وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں جو اپوزیشن لیڈرنے ڈاکٹروں کی گرفتاری کی بات کی۔

جناب اسپیکر: جی اس کیلئے بعد میں آرہا ہے آمن و امان پر بات ہوگی۔

وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: میں اسکے بارے میں ایک منٹ اوزگا یہ جو ڈاکٹروں کو arrest کیا گیا ہے۔ پولیس بھی ایک دفاعی ادارہ ہے جس کو قانون بچانے کیلئے رکھا گیا ہے۔ پولیس بھی اور کبھی ہم لوگ بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن آج جو ہوایہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ تو میں ان ڈاکٹروں کو رہا کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: انگو گرفتار کس لیئے کیا گیا؟

وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: آپ لوگ نہ مسئلہ حل کرنے میں خوش ہوتے ہیں اور مسئلہ نہ حل کرنے میں خوش ہوتے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں مطلب یہ بھی آپ ہاؤس کو بتادیں کہ کس کے کہنے پر کیا اور کیوں کیا اور کیوں چھوڑ رہے ہیں؟

وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: ساری رپورٹ منگوالیں گے مجھے تو details پتہ نہیں ہے۔ لیکن فی الحال میں رہا کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: اب کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ اگر گناہ کیا ہے تو نہیں چھوڑنا چاہیے۔

وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: جو گناہ گار ہوا اگر قصور وار پایا گیا۔ ضرور قانون اسکے خلاف ایکشن میں آئیگا۔۔۔۔۔ (مدخلت۔شور) آپ بھی لے جاتے تو اچھا تھا۔

جناب اسپیکر: لانگو ہے۔ لانگو کوئی بعید نہیں ہے وہ جو کچھ کریں۔ نہیں ویسے اگر انکا قصور تھا گرفتار کیا۔ پھر تو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ کیوں چھوڑ رہے ہو؟ justification دیں کہ کیوں گرفتار کیا انکو؟

وزیر محمد داخلہ و قائمی امور و پیڈی ایم اے: ضروراً کنی طرف سے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔ لیکن مجھے لگتا ہے negligible ہے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے مسئلے میں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

جناب اسپیکر: حجی ظہور جان۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): جناب اسپیکر! آج جو واقعہ ہوا ہے خصوصاً ڈاکٹروں کے ساتھ۔ انتہائی افسوسناک ہے۔ ہمارے ملک میں، صوبے میں اظہار آزادی سب کیلئے ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے اسٹوڈنٹس کی demand ہے انتہائی genuine ہے۔ جو باقیں پچھلی گورنمنٹ نے جو ایک منظور کیا تھا بولان میڈیکل کالج کا۔ اس میں purely بی ایم سی کو ایک privatised ایک کالج، یونیورسٹی بنایا جا رہا ہے۔ اس میں ہماری ملاقات بھی ڈاکٹروں کے ساتھ ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی ایک نااہل، ناقابل V.C. وہاں پوسٹ ہوئی ہے۔ جنکی پشت پناہی گورنر صاحب کی اُسکو حاصل ہے۔ ہم نے اپنے تحفظات کل coalition partners کی میئنگ ہوئی تھی۔ اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ چونکہ گورنر وفاق کا نمائندہ ہے یہاں بیٹھا ہوتا ہے۔

جناب اسپیکر: گورنر کے خلاف اسمبلی میں بات نہیں کر سکتے ہو۔ گورنر آئینی سربراہ ہے۔ لیکن آپ اہم مسئلے پر بات کریں۔ اسپیکر اور گورنر کے خلاف اسمبلی میں آپ بات نہیں کر سکتے۔ آپ اہم مسئلے پر آ جائیں۔

وزیر خزانہ: چلوڑیک ہے میں اُنکے خلاف بات نہیں کرتا۔ لیکن۔

جناب اسپیکر: لیکن آپ main-issue پر آ جائیں۔

وزیر خزانہ: یہ انتہائی قابل مذمت واقعہ ہوا ہے۔ اور ہماری کوشش یہ ہے چونکہ اٹھارویں ترمیم میں پورے پاکستان کی یونیورسٹیز صوبوں کے ہاتھوں میں آگئے ہیں۔ تو ہم بھی کوشش کر رہے ہیں کہ اٹھارویں ترمیم کے عین روح کے مطابق اسکو صوبائی حکومت کے ہاتھ میں دیں۔

جناب اسپیکر: دیکھیں ڈیڑھ سال ہو گئے آپکے گورنمنٹ کو۔

وزیر خزانہ: مجھے بات کرنے دیں۔ پھر آپ بولیں یا میں بولتا ہوں۔

جناب اسپیکر: اسپیکر کو نہیں کہتے کہ آپ بولیں۔ میں نے کہا ڈیڑھ سال ہوا ہے۔ آپ لوگ اس پر بات کر رہے ہیں۔

وزیر خزانہ: نہیں میں اپنی بات پوری کر لونگا۔ You are the Custodian of this

House - میں بات کر رہا ہوں آپ مجھے بولنے دیں۔

جناب اسپیکر: نہیں میں تو آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ ڈیڑھ سال سے issue چل رہا ہے۔ اور کئی دفعہ گورنمنٹ نے یہاں پر ensure کرایا کہ یہ چیز ہم کر رہے ہیں۔ تو کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ آئین میں کیوں amendment نہیں ہو رہا ہے؟ اور اپنی language کو بھی صحیح کریں۔ آپ اسپیکر سے اس طرح بات نہیں کر سکتے ہیں۔

وزیر خزانہ: تو میں نے کیا کہا؟

جناب اسپیکر: آپ کہہ رہے ہے آپ بات کریں۔ میں آپ کے بیان بتا رہا ہوں کہ آپ لوگوں نے یہ ڈیڑھ سال میں کیوں نہیں کیتے ہیں؟

وزیر خزانہ: نہیں میں ایسا بول رہا ہوں نا۔ آپ کو بتا رہا ہوں۔

جناب اسپیکر: توبول دیں۔ ایک تو غلط بیانی کرتے ہو، فلوں پر غلط وہ کرتے ہو پھر اسپیکر کو بھی آپ کہتے ہو آپ بات کریں۔ میں نے صرف آپ کو ایک پوائنٹ دیا کہ ڈیڑھ سال میں کیوں اس پر آپ لوگ کچھ نہیں کیتے۔

وزیر خزانہ: میں اسکی وضاحت کر رہا ہوں نا۔ کیا غلط بات کی میں نے؟۔۔۔ (داخلت۔شور) اگر آپ مجھے بولنے نہیں دیں گے میں بیٹھ جاتا ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: بیٹھ جائیں آپ، آپ کو بولنے کا ڈھنگ نہیں ہے یہ دیکھیں کوئی انسان کم نہیں ہوتا ہے کہ اگر کوئی غلط بات کرے اور معذرت کرے۔ یہ سٹوڈین ہاؤس ایسا نہیں ہوتا ہے۔

وزیر خزانہ: آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا ہم کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں آپ نے نہیں کہا۔ آپ کو بات کرنے کا ڈھنگ اور آپ کی body language یہ نہیں ہے کہ آپ ادھر یہ بات کریں دیکھیں! ایک تو گورنمنٹ غلطی کر رہی ہے۔ لوگوں کو گرفتار کر رہی ہے۔ آپ گورنمنٹ ہو کر اسکی مذمت کر رہے ہیں

وزیر خزانہ: نہیں اس عمل کو quote کرنے، justify کر رہا ہوں۔

جناب اسپیکر: نہیں مذمت کر رہے ہو پھر گورنمنٹ نے کیتے۔ گورنمنٹ کا کیا ہے۔

وزیر خزانہ: گورنمنٹ نے کیتے ایک عمل ہوا ہے۔ اسکو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسکی تو ہم مذمت کر رہے ہیں۔۔۔ (داخلت۔شور)

جناب اسپیکر: دیکھو ظہور صاحب! آپ سینئر سیاستدان ہے۔ آپ rules and regulations

سارے پتہ ہیں۔ body language سے پتہ چلتا ہے، بات کرنے کا انداز کیا ہوتا ہے۔

وزیر خزانہ: نہیں اپسکر صاحب! آپ کے خلاف اس طرح کی بات میں نہیں کی جس پر آپ یہ کہیں کہ یہ کوئی بات کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔

جناب اپسکر: body language سے پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کے کہنے کا مقصد کیا ہے۔

وزیر خزانہ: خداخواستہ کوئی غلط بات کر رہا ہوں یہاں کوئی غیر پاریمانی بات کر رہا ہوں؟ جس طرح اپوزیشن نے اس کی مذمت کی اسی طرح میں بھی اس کی مذمت کر رہا ہوں۔ اور میں یہ برملا کہتا ہوں کہ جی یہ قابل مذمت واقعہ ہوا ہے۔

جناب اپسکر: لیکن گورنمنٹ بھی کہہ رہی ہے کہ مذمت کرتے ہیں۔ لیکن کیوں کی ہے؟

وزیر خزانہ: تو پھر اس طرح کے واقعات کیوں ہو رہے ہیں، ایک تو غلط ہے؟ V.C کو کہہ رہا ہوں۔ کیا V.C کو کوئی حاصل ہے۔ (ڈیک بجائے گئے) انتہائی نالائق V.C ہے۔ اسکی وجہ سے ہمارے پچے روڑوں پر آگئے ہیں۔ اس نے ہماری fees-structure کوئی دولا کھی کر دی ہے۔

جناب اپسکر: جی اصغر خان صاحب۔

جناب اصغر خان اچکزی: ایک ذمہ دار بندہ ہے یقیناً ہوتے ہیں اپوزیشن کی بھی میٹنگز۔ حکومت کی بھی میٹنگز ہوتی ہیں۔ ان میٹنگوں کا حال و احوال اسمبلی فلور پر اس پر statement نہیں دینی چاہیے۔ کل ہمارے درمیان اس معاہلے پر detail میں بات ہوئی تھی۔ اور جہاں تک اٹھارویں آئینی ترمیم کے ذریعے سے ہائز ایکوپیشن کا مسئلہ ہے جناب اپسکر! اس کے حوالے سے سپریم کورٹ کے کچھ decisions موجود ہیں اسلام آباد ہائی کورٹ کے decisions موجود ہے۔ اور اسی طرح سندھ ہائی کورٹ کے decisions موجود ہے۔ اور وہاں کل ہماری ایک بات اتفاق رائے سے ہوئی کہ گورنر صاحب سے بات کی جائیگی۔ اس معاہلے پر ہی ایم صاحب ہونگے۔ گورنر صاحب ہونگے۔ V.C کو بھی بلا یں گے۔ جو بھی خدشات اور معاملات ہیں اور مشکلات ہیں اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ابھی ہم نے ایک فریق کو پیش کیا ہے۔ ایک فریق کو ہم نے ابھی تک سنانہیں ہے۔ تو یقیناً جب ہم آمنے سامنے بیٹھ جائیں گے۔ آمنے سامنے اس معاہلے پر کھل کر بات کریں گے۔ تو جو کسی ہوگی وہ ضرور نکل آئیگی۔

جناب اپسکر: اچکزی صاحب! اس میں یہ ہے کہ آپ کے پاس گنجائش ہے۔ آپ گورنر صاحب کو اس میں involve کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس میں amendment کریں۔ بی ایم سی کے بجائے

کوئی اور یونیورسٹی دے دیدیں۔ تربت یا خضداردے دیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔

جناب اصغر خان اچھزتی: جناب اسپیکر! اس پر سپریم کورٹ کی decision موجود ہے۔ خاص کراٹھاروں میں آئینی ترمیم کی اسی معاملے پر۔ اسلام آباد ہائی کورٹ یا سنندھ ہائی کورٹ۔

جناب اسپیکر: تو یہ آسان ہے۔ صرف amendment کی ضرورت ہے آپکو۔

جناب اصغر خان اچھزتی: لیکن اس پر ہم consansise mechanism کیلئے بنادیں تو سب کے لیے قابل قبول ہو۔ میں اپنے بھائی ضیاء صاحب سے ایک ریکووست کرتا ہوں۔ جس طرح انہوں نے ابھی ڈاکٹروں کی رہائی کا اعلان کیا ہے۔ ایک اچھا اعلان انہوں نے کیا ہے۔ ایک اور ریکووست اسی سے ہے۔ جو پہلے میں پوانٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہا تھا۔ پھر آپ نے کہا کہ معمول کے مطابق ایجنسٹے پر آ کر پھر بات کیجا گئی۔ تو جناب ضیاء لاگو، انٹریئر مفسٹر سے ایک اور request ہے۔ پرسوں چمن میں ماورائے آئین، ماروائے عدالت بغیر FIR کے پھر بندے اٹھائے گئے ہیں اور اسکے اٹھانے کے بعد کل سے پھر میں شاہراہ بند ہے۔ تو یا اگر اسکے خلاف کوئی کیس ہے۔ خدا نخواستہ اسکے خلاف کوئی مسئلہ ہے۔ تو وہ سامنے لا کر پیش کر کے پیش اسی میں اسکا عدالتی ٹرائل ہونا چاہیے۔ اگر بغیر ٹرائل کے، بغیر FIR کے۔ بیہاں تک کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ مفسٹریشن کو پتہ نہیں۔ اور پھر ہمیں جو تجوڑی بہت ادھر ادھر سے معلومات ملیں کہ یہ آٹے کی سملگنگ کا معاملہ ہے۔ تو کیا یہ لوگ آسمانوں سے کراس کر کے بارڈر پر آٹالے گئے ہیں؟ زمین کے اندر سے افغانستان تک پہنچائے گئے ہیں؟ تو کم از کم ان الہکاروں کو اس میں پھر بلا کران سے پوچھ گجھ ہونی چاہیے جو اس سارے معاملے میں قصور وار ہیں یہ تو عام لوگ ہیں یہ تو بغیر کسی سپورٹ کے، بغیر کسی کے ساتھ بات کر کے یہ کام کرہی نہیں سکتے۔ اور اس سے پہلے حاجی فیض اللہ خان کو اٹھایا گیا، روڈر زندہ تھے۔ پھر اسکو عدالت میں پیش کیا گیا۔ ابھی دو، تین دن کے بعد پھر یہ عدالت میں چلے جائیں گے۔ تو کم از کم بغیر آپ قانونی کارروائی پوری کر کے گرفتاری عمل میں لا کرتا کہ کسی کیلئے عدالت کا دروازہ بھی تو کھلا ہو۔ جب آپ اس طرح کا کام کر کے اس طرح کی گرفتاریاں کر کے۔ جس سے اثر پھر پورے علاقے پر مرتب ہوتا ہے۔ کل سے کوڑک چمن شاہراہ بند ہے۔ اور کوئی اسکو یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ آپ نے شاہراہ کیوں بند کی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہے کہ اگر ہمارے گرفتار شدہ لوگ مجرم ہیں تو پھر اسکو عدالت میں لا یا جائے۔ ایف آئی آر سامنے لا یا جائے۔ ایف آئی آر بھی نہ ہو۔ مطلب اس طرح کی گرفتاریوں کا نوٹس لیا جائے ضیاء صاحب تشریف فرمائیں۔ ان سے یہ ریکووست ہے کہ اس معاملے میں ہمیں بتا دیا جائے۔

جناب اسپیکر: کس چیز پر ابھی وہ اینڈ اچل رہا ہے۔ اب اس میں یہ ہے۔ ایک منٹ آپ بیٹھ جائیں۔ میں نے آپ کو فلور نہیں دیا ہے۔ آپ مجھے بات کرنے دیں۔ پھر فلور میں آپ کو دوں۔ فلور نہیں دیا ہے آپ کو ایسے کیسے آپ بات کر رہے ہیں؟ اس میں یہ ہے کہ گورنمنٹ بھی اس کی مذمت کر رہی ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے بھی ہے۔ ضیاء لانگو صاحب! مہربانی کر کے اس کا پتہ کریں۔ خود گورنمنٹ یہ کہہ رہی ہے کہ افسوسناک واقعہ ہے۔ اور ہونا نہیں چاہیے تھا۔ پھر ہوا کیوں ہے؟ اس طرح نہیں ہونے چاہیے۔ احتجاج کا سب کو حق ہے۔ اور اس میں ہمیں کسی controversial میں نہیں جانا چاہیے کہ اس طرح کی کہانی۔ ہمارے بچے ہیں۔ اور مسلسل ایک سال سے وہ رُل رہے ہیں۔ اور متواتر مختلف دفاتر کا visit کر رہے ہیں۔ فناں منستر کو، چیف منستر کو، اسپیکر چیئرمین کو۔ یہ آرہے ہیں ایک سال سے مجبور ہو کر گیٹ تک پہنچے ہیں۔ اس میں ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں ضروری amendment کر کے جو یہ مسئلہ ہے اسکو فوری طور پر حل کریں اور یہ چھوٹے چھوٹے مسئلے ہیں انکو ہم آگے نہ لے جائیں۔ ایک منٹ۔ اسی پر بات کرنی ہے یا کسی اور پر؟ اس پر تولنگ آگئی جی بولیں۔

وزیر مکمل داخلہ و قبائلی امور و پیڈی ایم اے: جناب اسپیکر! اس میں میں نے ابھی تک رپورٹ نہیں مُنگولائی۔ کہ کس قانون کے تحت ان کو پکڑا گیا، کیا قصور ہے۔ لیکن پولیس بھی، ادھر بہت سے لوگ احتجاج کرتے ہیں ہر ایک نہیں پکڑتی کبھی، ہم قانون کو کراس کرتے ہیں تو۔

جناب اسپیکر: جب ہاؤس سے بات کرتے ہو تو ساری detail آپ کے پاس ہونی چاہیں۔

وزیر مکمل داخلہ و قبائلی امور و پیڈی ایم اے: جی۔ ابھی ضرور اُنکے 28 بندے انکا تو criminal تو نہیں ہوا ہوگا۔ احتجاج کے دفعات ہوں گے۔ آپ کے اس ہاؤس میں یہ آیا نوٹس میں ہمارے پاس۔ تو اس کی خاطر میں نے رہا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس میں رپورٹ مُنگولائیں گے۔ اُس رپورٹ سے بھی آپ کو اور ہاؤس کو آگاہ کریں گے۔

جناب اسپیکر: جی ٹھیک ہے۔ main اینڈ اچلے پر آ جائیں۔ اینڈ اچل رہا ہے۔ آپ کس topic پر بات کریں گے؟ یہ کام بھی ابھی اپوزیشن نے اٹھایا۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب اسپیکر! کچھ ایسی باتیں ہیں، جیسے اصغر خان کی جو باتیں تھیں یہ جو حکومتی فورم پر کر سکتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کے ساتھ کر سکتا ہے۔ کابینہ میں کر سکتا ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں وہ تو احتجاج کے بارے میں تھا۔

ملک نصیر احمد شاہواني: جناب اسپیکر صاحب! دیکھیں اصغر اچھری کے بارے میں میں کہہ رہا ہوں وہ اُنھوں کے فورم پر اگرچہن کے واقعہ کا بیان کرتا ہے، اُن کا حق بنتا ہے۔

جناب اسپیکر: وہ تو ختم کر دی ہے۔

ملک نصیر احمد شاہواني: وہ صحیح ہے، میں کہتا ہوں اُن کا حق بنتا ہے لیکن چونکہ یہ ہماری اتحادی حکومتی اگر بیٹھ کر اپنے فورم میں، کابینہ کے اندر، وزیر اعلیٰ یا ہمارے ہوم منستر صاحب ان کے ساتھ۔

جناب اسپیکر: اسکا مطلب ہے آپ کے ساتھ بھی ہے نا۔ تو آپ چھوڑیں ان چیزوں کو سریاب کا نہیں آیگا۔ جی، اختر لانگو۔

میر اختر حسین لانگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! میں پہلے اچھڈے پر کوئٹہ میں جو گیس پریشر کا مسئلہ ہے، اُس پر جناب والا! اُس سے پہلے آج جو واقعہ اسمبلی کے سامنے رونما ہوئی۔

جناب اسپیکر! اس ملک میں کافی نفعے بنے ہیں بچوں کے حوالے سے۔ دشمن ممالک کے حوالے سے، لگتا ہے ابھی اس حکومت کے خلاف بھی کچھ نفعے بھی عتیریب بنے والے ہیں کہ پہلے 6 یا 7 مہینوں سے ایک issue جو ہے

بی ایمسی میں چل رہا ہے۔ پچھلی مرتبہ بھی یہی نوجوان اسٹوڈنٹس ہمارے اسمبلی کے سامنے بچ اور بچیاں آئے تھے۔ میں اور ظہور صاحب منستر فناں گئے تھے اُن کے پاس۔ پھر منستر صاحب نے اُن کی ملاقات چیف منستر

صاحب سے بھی کروائی۔ بجائے اُن کے مسائل حل کرنے کے۔ اگرچہ میں پہلے یہ حکومت سمجھیدہ ہوتی اور اُن کے مسائل حل کر لیتی۔ ایک شخص کی ہٹ دھرمی کو ایک سائیڈ پر رکھتے۔ ان تمام نوجوانوں کا بچے اور بچیوں کے

مسائل کی طرف توجہ دی جاتی تو آج یہ بچے اسمبلی کے گیٹ پر نہیں آتے۔ یہ شوق سے یہاں نہیں آئے،

جناب اسپیکر! آج وہ انہی مطالبات کو دوہرانے کیلئے اسمبلی کے سامنے آئے۔ تو بدقتی سے یہاں انتظامیہ اور فورسیز active ہو گئی جناب والا! ہمارے پاس اُن بچیوں کی اور اُن بچوں کی ویڈیو یوز پڑے ہوئے ہیں۔ جس

طرح بچیوں کو تھپڑیں مار کر یہاں سے ہٹائی جا رہی ہے۔ جس طرح نوجوان بچوں کو گھسیٹ کر پولیس وینوں میں ڈالا جا رہا ہے۔ جس طرح ایک تذلیل آمیز روایہ ان طلباء کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ یہ میرے خیال سے نہ

بلوچستان کی روایات کو زیب دیتی ہے نہ اس حکومت کو۔ بلکہ اس حکومت کی اپنی کار کردگی پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اس پر اُن بچیوں پر بیٹھنے والے میرے دوستوں کو سمجھیگی سے سوچنا چاہیے۔ اور میری ریکوئیٹ ہے

کہ آپ رونگ بھی دے دیں کہ ان بچوں کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ کیونکہ سب کو اٹھا کر کے عقوبت خانوں میں، تھانوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ رونگ دے دیں کہ ان بیگناہ بچوں کو فوری رہا کیا جائے۔ اور ان کے

مطالبات کو منظور کیا جائے۔ اب میں آتا ہوں اجنبی کی طرف۔ جناب والا! پچھلے دنوں کوئٹہ میں شدید برف باری اور سردی کی ایک شدید لہر آئی تھی اُس میں جناب والا! آپ نے بھی دیکھا اور یہاں کی میڈیا نے بھی دیکھا بلکہ پورے پاکستان نے یہ دیکھ لیا کہ جس طریقے سے اُس نسبتہ سردی میں، اُس برف باری میں بلوچستان اور خصوصاً کوئٹہ، قلات، زیارت پشین ان علاقوں کے لوگوں پر جو گیس بند کی گی جناب والا! اُس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ جناب والا! آئین پاکستان بھی یہ ہمیں، اُس کی ڈائریکشن بھی ہیں۔ اور اُس میں بھی ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ جس صوبے سے قدرتی وسائل نکلتے ہیں اُس پر سب سے پہلا حق اُس صوبے اور اُس صوبے کے لوگوں کا ہے۔ اسکے بعد کسی دوسرے صوبے یا دوسرے علاقے کے لوگوں کا۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ یہاں اُس سردی میں جس میں ہم گیس زندہ رہنے کیلئے، زندہ رہنے کیلئے استعمال کرتے ہیں اُس میں بھی انہوں نے ہمارے گھروں میں گیس بند کیتے۔ گیس پریشر نہ ہونے کے باوجود جناب والا! یہ سراسر بد نیتی پر جو یہ اقدام کیے ہیں انہوں نے۔ کیونکہ جس دن ہم کوئٹہ کے 9 کے 19 ایم پی ایز نے مشترکہ اور پشین کے ہمارے دوست ساتھ تھے۔ ہم نے مشترکہ طور پر گیس دفتر کے سامنے دھرنادی۔ اگر گیس کی shortage پورے ملک میں تھی تو ہمارے اُس دھرنے کے فوراً بعد اُسی دن مغرب سے پہلے پہلے یہ گیس پورے کوئٹہ شہر میں کیسے، حال ہوئی؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ دانستہ طور پر انہوں نے ہمارے حصے کا گیس کاٹ کر دوسرے صوبوں کو نوازنے کی کوشش کی ہے جناب والا! زیادتی اور ستم ظرفی کی ایک بات تو یہ ہے کہ کل کا آپ جنگ اخبار پڑھ لیں۔ اُس کی جو ہیڈلائنس ہے اُس میں جو important gas KPK کیلئے جو انہوں نے ریٹس بڑھائے ہیں وہ 109 روپیہ ہے۔ بلوچستان اور سندھ جہاں سب سے زیادہ گیس ان دو صوبوں سے پیدا ہو رہی ہے ان دو صوبوں کیلئے جو انہوں نے ریٹس بڑھائے ہیں، وہ 112 روپے جناب والا! اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کو آج دل سے تعلیم ہی نہیں کیا ہے جناب والا! اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کو آج بھی ایک کالوں کی حیثیت سے deal کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کے لوگوں کو اس ملک کی شہری تعلیم کرنے کیلئے کوئی ذہن تیار نہیں ہے۔ یہ اُس طالمانہ، غاصبانہ اور متعصباً نہ ہنیت کے فیصلے جو ہیں یہ ہم پر مسلط کئے جا رہے ہیں، اور ستم ظرفی تو یہ ہے کہ ہم اس ایوان میں ہماری حکومت اور قائد ایوان بھی جو ہے وہ اسلام آباد میں جا کر گیس پریشر کی بھیک مانگتے ہیں جناب والا! جب گندم کی باری آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم اپنے ضرورتیں پوری کریں گے۔ ہم کسی کو نہیں دینگے۔ تو ہماری حکومت کو یہ سٹینڈ لینی چاہیے تھی کہ گیس ہماری ہے اس سے پہلے ہمارے ضروریات کو پورا کیا جائے اس کے بعد کسی اور کسی نہیں کیا جاتا تو اس گیس میں

کیوں یہ مشیند نہیں لی گی؟ تو جناب والا! گیس کے ساتھ ساتھ، جب گیس کا پریشیر ہمارے اوپر بند کیا گیا تو لوگوں کے پاس ایک دوسرا ذریعہ تھا بھل کا۔ آپ نے دیکھا کوئٹہ شہر جو ہمارا کمپیٹ ہے وہ، پندرہ دن یہاں بھلی غائب ہوئی۔ کہا یہ گیا تھا کہ 11 ہزار کے لائن گرگئی ہیں۔ 15 یا 20 دن تک وہ لائن بھی repair نہیں ہو سکیں۔ ٹرانسفر مرز جلے۔ 20 دن تک وہ ٹرانسفر مرز repair نہیں ہوئے۔ میرے دوست گواہ ہیں، ٹریڈی پیچھے کے عبدالخالق صاحب اور قادر نائل صاحب ابھی یہاں پر تھے۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم کوئٹہ کے نو کے نو MPA's، ہم نے کیسکو کے دوستوں سے بھی اور انکے ذمہ داروں سے بھی یہ احتجاج کی کہ گیس ہمیں آپ نہیں دے رہے ہیں۔ جو بھل کی ہیڑوں میں تھوڑا بہت ایک گزارہ ہمارے لوگ کر رہے تھے آپ نے بھل بھی بند کر دی۔ تو جناب والا! اس تمام ڈکھ، اس تمام تکالیف، اس تمام برفباری میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں یہاں انتظامیہ اور حکومت نام کی کوئی چیز نہیں آئی۔ آپ نے دیکھا کہ پندرہ، پندرہ دن تک راستے بند پڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص مسلم باغ سے اٹھ کے وہ جاتا ہے اپنی four by four گاڑی میں سینکڑوں لوگوں کو rescue کرتا ہے لیکن اس ڈسٹرکٹ کی انتظامیہ اُسکی ڈی سی، کمشنز اس کی سرکار، اُسکی مشینری اُسکے ڈوزرز، یہ تمام فیل ہو جاتے ہیں ایک ہفتے تک ایک آدمی کو بھی rescue کرنے میں تو جناب والا! یہ ان کی دلچسپی کا عالم، یہ انکی گی گورننس کا عالم ہے کہ ایک individual جو ہے وہ لوگوں کو rescue کر کے اپنے گھر میں لا کر انکو سہوتیں مہیا کر سکتا ہے۔ انکو کھانے پینے کی چیزیں مہیا کر سکتا ہے۔ انکو shelter دے سکتا ہے۔ ہماری یہ اربوں روپے اور twitter میں بہت بڑے بڑے دعوے کرنے والی حکومت ایک ہفتے تک ان تمام چیزوں میں ناکام رہتی ہے۔ اور ایک ہفتے تک اس علاقے سے ایک بندے کو بھی یہ rescue نہیں کر سکتے۔ اور بسوں میں گاڑیوں میں عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار یہ ذیل و خوار ہوتے رہے۔ جناب والا! آج بھی ہمارے کوئٹہ کے مضافات میں جہاں ہمارے کوئلے کے مانزیں ہیں ڈیگاری، سورج وغیرہ کی طرف۔ آج بھی وہاں راستے بند ہیں۔ آج ہماری حکومت اتنے بڑے دعوے کرنے کے باوجود وہ راستے بھی تک نہیں کھول سکی۔ تو جناب والا! ہم ان سے کیا تو قع کریں۔ میری آپ سے، آپ کی توسط سے اس پورے ایوان سے یہ استدعا ہے کہ جب تک ہم سب مل بیٹھ کر ان تمام مسائل کا حل اسلام آباد کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے انکا حل نہیں نکلواتے اور ہم اپنے حقوق لینے میں اکیلا ان میں وہ چیز نہیں نظر نہیں آ رہی۔ اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بننی چاہیے جو جا کر اسلام آباد میں نسٹری آف پیٹرولیم کے ساتھ ان تمام چیزوں کو negotiate کر کے انکا ایک حل نکال لیں۔

جناب اسپیکر: کیوں وہاں جائیں؟ کیوں انکو ادھرنیں بلا جائیں؟

میر اختر حسین لامگو: یا انکو ادھر ہی بلا لیں گیلری میں ہمارے قلات ہر بوئی کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ انکی زمینوں سے انکے علاقوں سے حالیہ گیس دریافت ہوئی ہے۔ انکو انکی زمینوں کے compensation نہیں دے رہے ہیں گن پوائنٹ پر ان سے انکی زمینیں چھینی جا رہی ہیں۔ دس دفعہ ہماری میٹنگیں ان سے ہوئیں، سرینا ہوٹل میں ان تمام علاقے کے لوگوں کو بلا یا گیا۔ لیکن ڈی سی کے تھرو ایف سی کی تھرو ایتھامیہ کی تھرو انکوان کی زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ انکے ساتھ آج دن تک کوئی معاهدے نہیں کیا اور گیس نکالنے جا رہے ہیں وہ لوگ حالانکہ پی ایل کے اور او. جی ڈی سی ایل کی اپنی روزیں ہے کہ وہ وہاں اُس وقت تک کام شروع نہیں کر سکتے جب تک اس مقامی آبادی کے ساتھ اور اُس زمینوں کی ان مالکان کے ساتھ جب تک وہ لیکن بد قسمتی کے ساتھ میں نے جیسے پہلے کہا کہ ہمیں ابھی تک ایک کالونی سے زیادہ اس ملک میں حیثیت نہیں دی جا رہی ہے۔ اس لئے گن پوائنٹ پر بزور بندوق ہم سے ہمارے تمام وسائل، ہم سے ہمارے تمام حقوق جو ہیں وہ چھینے جا رہے ہیں تو جناب والا! ایک تو یہ ظلم ہمارے ساتھ۔ دوسرا میں آتا ہوں جو routine میں سال بارہ مہینے کے حساب سے ہمارے ساتھ زیادتی سوئی سدرن والے کرتے ہیں میں اُس کی طرف آتا ہوں جناب والا! یہاں جو tariff fix کیا گیا ہے بلوجستان کے لئے۔ وہ یہ ہے ہر 100 یونٹ کے بعد rate ہو جاتے ہیں۔ وہ multiply double ہوتے ہیں۔ آخر میں 400 یونٹ جلانے کے بعد ہم کوئٹہ والے جو ہیں وہ 57 روپے per unit کے حساب سے ہم گیس کی قیمت pay کرتے ہیں۔ جبکہ باقی صوبوں میں maximum جو لوگوں کے گھروں کی ضروریات ہیں وہ ڈیڑھ یا دو سو یونٹ سے زیادہ نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں چھوٹے سے چھوٹا گھر بھی سردی کے سیزن میں اور گرمیوں میں بھی بغیر گیزر کے آپ پانی استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ اُس میں بھی اپکو گیزر کی ضرورت پڑتی ہے۔ گیزر ہمارے چلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہماری جو tariff کے حساب سے جتنی گیس استعمال کرنے میں پنجاب اگر فرض کریں 2 ہزار روپے charge کرتے ہیں اُتنے ہی لوگوں کے استعمال کی گیس کا ہم بلوجستان والے ہم 2 کی بجائے ہم 6 ہزار روپے دینے کیلئے مجبور ہیں۔ دوسرا جو نئے ایم ڈی صاحب آئے ہیں اور نئی انتظامیہ آئی ہے گیس کمپنی کی۔ میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں جناب اسپیکر! ہمارے کچھ لوکل لوگ اس سوئی سدرن گیس کمپنی میں ملازم بھی ہیں اور اتفاق سے ان میں سے کچھ کی ڈیوٹی اُس لیبارٹری میں بھی ہے، جہاں یہ لوگ میٹروں کی ٹیسٹ کرتے ہیں۔ انہوں نے

ایک routine بنالی ہے کہ ہر علاقے میں انکی ٹیمیں جاتی ہیں، سو، ڈیڑھ سو میٹرز یہ لوگوں کے گھروں سے یہ اُتارتے ہیں۔ اور لیبارٹری کے بہانے 25 سے 30 ہزار روپے اُن پروہ جرمانہ لگاتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے کہا کہ ہم جب لیبارٹری کر رہو تے ہیں اُس میں سے دس بارہ میٹر ایسے تھے جن کو ہم نے کلیسٹر کی۔ انکو کسی نے touch بھی نہیں کیتے تھے اور نہ ہی وہ temper تھے۔ ہم نے انکو کلیسٹر کی تو ایم ڈی صاحب آئے۔ انہوں نے کہا آپ نے کیوں کلیسٹر کیتے؟ تو ہم نے کہا کہ یہ tamper نہیں ہیں اور یہ کلیسٹر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کلیسٹر ہیں یا temper ہیں یا جو بھی ہیں آپ نے 30 ہزار روپے جرمانہ لگانا ہے۔ انکو آپ نے temper show کرنی ہے۔ کیونکہ گیس کمپنی کی جو losses اپورے پاکستان میں ہو رہے ہیں ان کو مال غنیمت بلوچستان میں ہی نظر آتا ہے۔ وہ تمام نقصان گیس کمپنی کا وہ بلوچستان سے ہی پوری کرنی ہے۔ تو ان تمام زیادتیوں کا ایک ازالہ ہونا چاہیے جناب اسپیکر! آپ رولنگ دیس یا یہاں سے کمیٹی بنالیں یا پھر انکی جو ذمہ داران ہیں کیونکہ ایم ڈی یہاں dummy بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے یہاں پروگریس شو کر کے، ریکوری کر کے اپنی پرہموش لینی ہے۔ کیونکہ سوئی سدرن گیس کمپنی کا ایک روپ ہے کہ وہ آپ کی performance کے اوپر آپکو پرہموش دیتے ہیں۔ تو یہاں سے جتنا ریکوری جائیگی انکی پرہموش کے chances اُتنے زیادہ ہوں گے۔ اور بلوچستان سے یہ لوگ posted ہیں دو دفعہ already یہ پرہموش لے چکے ہیں بلوچستان سے اب تیسری پرہموش کی تیاری ہو رہی ہے۔ جناب عالی! ایک کمیٹی بنالیں یا انکو بلا لیں۔ انکی منسٹری کے لوگ ہیں وہ جب تک نہیں بیٹھیں گے ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی پرہموش کی لائچ میں بلوچستان کے ساتھ اور ان کے لوگوں کے ساتھ یہی ظلم اور زیادتی کا سلسہ جاری رکھنا ہے۔ ان سے ہمیں خیر کی کوئی توقع نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے بلوچستان کے حکمرانوں سے، وہ تو انکی پی ایس ڈی پی اور معاملات انکو نہیں سنبھال سکتے۔ بد قسمتی سے جناب والا! لمحہ فکر یہ ہے یہ ہمارے لئے کہ پی ایس ڈی پی کی پروگریس کے حوالے سے کل پرسوں ڈی جی نیب نے تمام سیکرٹریز کو بلائے ہیں کہ آئیں اور ہمیں بتائیں کہ پی ایس ڈی پی پر کتنی percent progress mandate ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ انکی accountability ہے۔ انکی صرف mandate نہیں ہے۔ اُنکی progress ہے۔ کل پرسوں ڈی جی نیب کو روکنا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ کام نہیں ہو رہا ہے۔ لوگ suffer کر رہے ہیں۔ بلوچستان کے لوگ suffer کر رہے ہیں۔ غریب صوبہ suffer کر رہا ہے۔ کل پرسوں تمام سیکرٹریز صاحبان کو ڈی جی نیب کے حوالے سے بلا یا گیا ہے اور وہاں انکی میٹنگ ہوئی ہے اور پروگریس میں لی گئی ہے۔ تو انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا ایک دفعہ پھر شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: شکریہ۔ عبدالخالق ہزارہ صاحب۔

جناب عبدالخالق ہزارہ (مشیر وزیر اعلیٰ برائے ملکہ کھیل و ثقافت): آعوذ بالله من الشیطان الرجيم
بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ اسپیکر صاحب! بہت شکریہ آپ کا میری کوشش ہو گی کہ جو ساتھیوں نے خصوصاً کوئئے سے تعلق رکھنے والے ہمارے MPA's صاحبان نے گیس پریشر کے حوالے سے جس طرح اپنے بیان جاری کیئے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ اُسکو repeat نہ کیا جائے۔ تھوڑی بہت اُس میں بھی اضافہ کرتا ہوں۔ اسپیکر صاحب! تقریباً دو مہینے پہلے جہاں غیر ترین صاحب اور عمر ایوب صاحب یہاں تشریف لائے تو وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ہم کچھ ساتھی اُن سے ملے۔ ہم نے گزارشات رکھ دیں ہم نے کہا، طنزیہ میں میں نے کہا کہ جہاں غیر ترین صاحب، عمر ایوب صاحب! آپ دونوں کی بیان چلا ہے اخبار میں آیا ہے کہ آپ دونوں visit کر رہے ہیں تو آپ باور کر لیں دو، تین دنوں سے گیس پریشر صحیح ہے۔ تو آپ مہربانی کریں مہینے میں یا ہفتے میں ایک دن جو ہے آپ افواہ پھیلادیں کہ آپ یہاں کوئی visit کر رہے ہیں گیس پریشر صحیح ہو گا۔ تو دوسرا میٹنگ میں جو بھی، مطلب جزل نیجہر ہوتا ہے جو بھی عملہ ہوتا ہے ان لوگوں کو بلا یا یہاں اُنکے ساتھ ہم نے میٹنگ کی۔ اُنہوں نے یہاں shortfall کی بات کی۔ تو ہم نے اُنکے سامنے یہ رکھا کہ یہ کیسا حکم ہے۔ چالیس سالوں سے یہاں جو بوسیدہ، خصوصاً بوسیدہ پائپ لائنیں آپ نے بچھائی ہوئی ہے، اور جس کی وجہ سے بہت سارے گھروں سے گیس اور پانی اکھٹے آتے ہیں۔ آپ مجھے بتا دیں کوئی کسی علاقے میں، حلقوہ یونین کوسل میں آپ نے کسی کی پائپ لائن تبدیل کی ہو یا آپ کے پاس کوئی ایسا آلہ موجود ہے جو آپ جا کر روڈوں پر لگا کر آپ یہ باور کر دیں کہ یہاں گیس لیک ہے اور ہم نے اس کو ٹھیک کرنے کیلئے۔ لاکھوں، کروڑوں روپے تنخوا ہوں کی مدد میں جا رہے ہیں لیکن آپ کے ملازم جو ہیں، آپ کے ان جنینگز رو رہے ہیں مطلب وہ مس سے مس نہیں ہو رہے۔ short fall کیوں؟ آپ وہاں سے tempering پر کیوں بہانہ ڈھونڈ رہے ہو۔ جہاں ہوئی ہیں تو go ahead and take action against tempering ہو۔

اگر آپ those people action نہیں لیں گے تو پھر یہ میری ذمہ داری تو نہیں ہے۔ یہ عوام کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ایک آدمی غلط کر رہا ہے دس آدمی غلط کر رہے ہیں۔ آپ پورے علاقے کو متاثر کر رہے ہیں۔ تو خدارا! اس طرح کی حرکات سے آپ اجتناب کریں۔ اور دوسرا بات ہم نے واضح طور پر وہاں کی۔ جس طرح میرے ساتھیوں نے کہا۔ میں نے اُنکے سامنے رکھا کہ جو رد شدہ میٹرز جسے پنجاب کے عوام نے رد کر چکا ہے۔ آپ وہ میٹرز لا کر مطلب ہمارے علاقوں میں لگا رہے ہیں۔ اور ایسے میٹرز

بھی ہیں۔ کچھ ایسے بھی شکایات موصول ہوئی ہیں کہ ایک مکان میں انہوں نے جا کر سارے بیٹریز وغیرہ جتنے بھی تھے سب بند کیتے۔ اس حوالے سے کہ دیکھا جائے کہ کیا میٹرز چلتے ہیں یا نہیں۔ آپ باور کر لیں میٹر پھر بھی slow چل رہا تھا۔ ایک ایسے میٹر کو، اس قسم کے میٹر زکوآپ پنجاب میں رد ہو چکا ہے۔ آپ یہاں بلوچستان کے عوام یا کوئی کے شہر یوں پر apply کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سراسرنا انصافی ہے۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اور کسی صورت میں اس سے تو law and order کا مسئلہ بھی پیدا ہو گا کہ آپ زبردستی جا کر جو ہے مطلب ڈیڑھ سو میٹر زکو وہاں لگا دیں تو جناب اسپیکر! ہم اس لئے بھی میں خصوصی طور پر کوئی کی اہمیت یا بلوچستان کی اہمیت، ساتھیوں نے کہا۔ میرے پاس ٹورزم کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس مرتبہ حالیہ برف باری ایک اندازہ کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں فیملیز کراچی سے کوئی کارخ کیتے ہوئے تھے۔ اور بہت ساری فیملیز جب ہم کراچی گئے انہوں نے جو ٹورزم سے تعلق رکھنے والے تھے ایک بڑا event ہم نے وہاں کیا تھا کراچی میں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم راستے سے، خضدار سے، واپس ہو گئے جب ہمیں پتہ چلا کہ کوئی میں، کوئی کے نو MPA's خود سر اپا احتجاج ہیں وہاں گیس پریشر کی کمی ہے۔ تو اس minus 10 یا 15 میں ہم کس طرح وہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس لئے گیس کی کمی کی وجہ سے آج پورے بلوچستان میں اور خصوصاً کوئی میں جس طرح سے ہماری کوشش ہے کہ ٹورزم کو زیادہ promote کیا جائے۔ ہمارے پاس بہت زیادہ potential ہیں۔ لیکن اس گیس کی کمی کی وجہ سے کوئی کارخ کون کریگا؟ جہاں ہوٹل میں گیس نہیں ہو گی۔ کسی گیٹ ہاؤس میں گیس نہیں ہو گی۔ کسی دوست کے گھر میں گیس نہیں ہو گی۔ تو کراچی کے عوام وہ تو برداشت نہیں کر سکیں گے minus 17 goals کا ساتواں sustainable development goals achieve ہیں۔ ساتواں goals کا ساتواں sustainable development goals ہوتے ہیں۔ ساتواں goals میرے خیال میں جہاں مجھے یاد ہے۔ تو goals اس کے بعد ہے۔ ساتواں goals یہ کہہ رہا ہے کہ clean energy and affordable energy مطلب عوام کو دینا چاہیے۔ تو کیا اس میٹر کی تنصیب سے ہم afford able energy مہیا کر رہے ہیں عوام کو؟ کیا اس سے ہم clean energy لوگوں کو مہیا کر رہے ہیں۔ تو اس کو انتہائی، ہمیں مرکز سے لے کر صوبے تک، صوبے سے لے کر عوام تک اس کو ہم نے انتہائی serious لینا ہے۔ کہ بھائی پرانا وقت گیا۔ ابھی آپ نے ہر شعبے پر خصوصی توجہ دینی ہے۔ اور جہاں ہم ترقی کے طرف جا رہے ہیں، سترہ goals

کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ وہاں آپ کو دینا ہو گا عوام کے لیے۔ یہ سارے goals عوام کے لیے ہیں۔ achievement عوام کے لیے ہے۔ چاہے اُس میں جو کچھ ہے وہ عوام کے لیے ہیں۔ بس ہم نے وہاں ایک اور تجویز بھی جناب اسپیکر! رکھ دیا خصوصاً میں نے رکھ دیا۔ میں نے کہا کہ آپ ایک علاقے کو ایک role-model بنادیں۔ میرے ساتھیوں نے بھی admit کیتے۔ میں نے کہا جہاں سے بھی آپکی ریکوری صحیح ہو رہی ہے۔ مطلب بھلی کے حوالے سے آپ کو بتایا جائے۔ بھلی کے حوالے سے پہلے مری آباد کو top پر رکھا تھا۔ علمدار روڈ، مری آباد وہاں اسلام آباد سے کہا جا رہا تھا کہ بھائی ان کی ریکوری زیادہ ہے۔ ان کو top پر یا پھر zero load shedding ہونی چاہیے۔ میں نے کہا کہ گیس کی بھی آپ ایک رول ماذل تو بنادیں ایک علاقے کو۔ جہاں بھی آپ کہیں، آپ کہیں کہ یہاں سریاپ روڈ سے۔ آپ کہیں کہ یہاں نواں کلی، پشتوں آباد سے، ہزارہ ٹاؤن، علمدار روڈ سے، ایک جگہ سے ہمیں ریکوری صحیح معنوں میں ہو رہی ہے۔ ہم اس کو ایک رول ماذل بنانے جا رہے ہیں۔ جب ہم اس کو بنالیں گے تو ساری عوام جو ہے وہ کم سے کم کہہ سکیں گے میرے لیے کم از کم اگر پشتوں آباد میں صحیح ریکوری ہو رہی ہے۔ گیس وہاں صحیح آ رہی ہے تو میں اپنے حلقتے کے عوام کو یہ بتاسکوں گا کہ، اُن کو conveyance کرسکوں گا اُن کو persuade کرسکوں گا کہ خدارا آپ بھی دے دیں کہ آپ کی گیس درست ہو گی آپ بھی یہ کام کر دیں۔ لیکن یہ ان کے پاس کوئی پالیسی ہی نہیں ہے۔ گیس ڈیپارٹمنٹ کے پاس، اس کمپنی کے پاس ایماندا رانہ جو میں دیکھ رہا ہوں 40 سالوں سے یہ سوائے اپنی مراعات حاصل کرنا اور صحیح معنوں میں تنخوا کیں وصول کرنا ان کے پاس کوئی اس طرح کا پلان یا اسکیم کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے جناب والا! آج اس ہاؤس کی جتنی بھی آوازیں ہیں۔ اپوزیشن خصوصاً گیس کے حوالے سے کبھی بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساری میڈیا میں یہ چلا کہ بھائی اب اقتدار اور اپوزیشن والے سارے ایک پیچ پر ہیں۔ آج بھی اس ہاؤس سے ایک ہی آواز جانا چاہیے کہ وہ ہم گیس کی پریشر کی کمی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کریں گے۔

-thank you very much-

جناب اسپیکر: جی شکر یہ۔ شاء بلوج صاحب۔

جناب شاء اللہ بلوج: شکر یہ جناب اسپیکر! میرے محترم دوستوں نے، ہم نے آج کا یہ جو اجلاس چاراہم موضوعات پر جو طلب کیا ہے۔ میرے خیال میں بلوچستان میں آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں جس طرح کی افتخاری ہے، جس طرح کی اضطرابی صورتحال ہے، جس طرح کا ایک crisis ہے۔ اور یہ multiple crisis ہے کوئی ایک crisis نہیں ہے۔ گیس میں ہم نے اس کو initiate کیا ہے۔ جب گرمی آتی ہے تو ہم

بجلی کارونا روتے ہیں۔ جب سردی آتی ہے تو ہم گیس کارونا روتے ہیں۔ جب بارشیں نہیں ہوتی 7 سے 8 سال تک خوشحالی کا ایک phase آتا ہے ہمارے ہاں drought کا، ہم خنک سالی سے نمٹنے کے لیے یہاں تحریکیں لاتے ہیں روتے ہیں لیکن کچھ نہیں ہوتا۔ خداوندبارک و تعالیٰ کی مہربانیاں ہوتی ہیں بارش اور برف پڑنا شروع ہو جاتی ہے اور ہم اس technology advance دور میں بھی جب نہیں پتہ ہے کہ ایک ہفتہ پہلے بھی پتہ چل جاتا ہے کہ جی بارش ہونے والی ہے، برف ہونے والی ہے۔ کس جگہ پر زمین کے کس حصے میں کس کو نے میں ایک ایک انج کا بتادیتا ہے۔ دنیا کے اس system کے باوجود ہمارے ہاں جب برف بھی پڑتی ہے تو برف میں ہمارے انسان ڈب کے مر جاتے ہیں۔ ہماری شاہراہیں بند ہوتی ہیں۔ ہمارے لوگ وہاں سے نکل نہیں سکتے ہیں۔ ہمارے پاس یونیورسٹیاں نہیں تھیں 2003ء، 2004ء سے جب ہم سینٹ میں تھے ایک بلوچستان یونیورسٹی چینتے چینتے چلا تے بلوچستان میں ہم یونیورسٹیوں کی انبار لے آئے۔ آج یونیورسٹیاں کھل رہی ہیں۔ کا الجز کھل رہے ہیں۔ گورننس کی crisis ہے۔ آپ نے یہ دو دوستوں کے درمیان بات چیت سے ہی اس کا اندازہ لگا لیا تھیں تفصیل سے نہیں جانا چاہتا ہوں۔ گورننس کی crisis دیکھیں یونیورسٹی آئی ہے پتہ نہیں ہے کہ کون چلائے گا، کیسے چلائے گا۔ کس کے ذریعے سے چلے گا۔ کس کو اس طرح کا اختیار دینا چاہیے۔ ہمارے ہاں یونیورسٹی آتی ہے۔ قہر برپا ہوا ہے نوجوانوں کو بچیوں کو ڈاکٹروں کو جو ہے وہ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس سرکیں ہیں روز بلوچستان میں ڈیشنگرڈی کی شرح دیکھی جائے کہتے ہیں کہ جی بلوچستان میں ڈیشنگرڈی ہے۔ 64 billion ہم بلوچستان میں امن و امان پر خرچ کرتے ہیں جب کہ سب سے زیادہ اموات ہماری شاہراہوں پر ہوتی ہیں، ڈیشنگرڈی سے، بیم دھماکوں سے، کلائنکوف کی گولیوں سے، تختیر اور چاقو سے لوگ نہیں مر رہے ہیں۔ بلوچستان میں لوگ اگر سب سے زیادہ مر رہے ہیں تو وہ سرکوں پر ایک جگہ سے دوسرا جگہ، اپنی ماں، بیوی بچوں کے ساتھ جب سفر کر رہے ہوتے ہیں وہ روز حادثات کا شکار ہیں۔ حادثات میں بھی کوئی کے بعد سب سے زیادہ جو ڈسٹرکٹ ہے وہ سیلہ کا ہے۔ کوئی کے بعد سب سے زیادہ بلوچستان میں دوساروں میں حادثات ہوئے، انسان زندہ جل گئے۔ اس حکومت میں ہم بحث کرتے ہیں بات چیت ہو جاتی ہے اپوزیشن اجلاس بلاتا ہے۔ یہاں سے ہم نکلتے ہیں خیر باد کہتے ہیں۔ وہ لکڑی لوٹی بلوچستان پھر سے چلانا شروع کرتا ہے۔ کوئی اُس میں بہتری نہیں آتی۔ یہ کیا ہے جناب والا! میں گیس پر آتا ہوں یہ جو ہمارے دوست کہہ رہے ہے تھے اس کو کیا کہتے ہیں یہ گورننس کی crisis ہے۔ میں اسمبلی میں پہلے دن سے کہہ رہا تھا۔ ابھی اسد صاحب نے جو ہے پی آئی اے کامسلہ اٹھایا۔ میرے بہت ہی سینئر دوست اس اسمبلی میں

اصغر خان اچکزئی صاحب بیٹھے ہیں۔ حکومت کے سب سے strongest allies بلوجستان میں rule of law یعنی قانون کی حکمرانی کا روتارور ہے ہیں۔ یہ جو اس نے دو تین بندوں کا ذکر کیا میں ان بندوں کا نہیں بلوجستان میں قانون کی حکمرانی کے بھرمان کا ذکر کیا یہ سارے بھرمانات کو جب ملائیں گے تو اس کو کہتے ہیں کہ حکمرانی کا بھرمان۔ اس کو کہتے ہیں گورننس crisis۔ اور گورننس ایک science ہے۔ ایک ریاست جب چلتی ہے ایک مشین ہے۔ یہ mechanics کی طرح چلتی ہے۔ جب تک یہ تمام پرزے rule of law ہیں۔ گورننس کے سارے باقی معاملات ہیں یہ اگر بہتر نہیں چلے تو آپ کبھی بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے بلوجستان کے جتنے بھی اعداد و شمار ہیں گزشتہ دس سے پندرہ، میں سالوں کا۔ میں صرف ایک دوسال کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ تو آپ کو بلوجستان میں، بلوجستان بجائے کہ عروج کی جانب جائے بلوجستان رو بے زوال نظر آتا ہے۔ بلوجستان میں تعلیم کی شرح اٹھارویں ترمیم کے بعد بلوجستان کو سب سے زیادہ پیسے ملے۔ چار فیصد بلوجستان میں تعلیم کی شرح گرگئی۔ صنعتی ترقی کی شرح رُک گئی۔ زرعی ترقی کی شرح رُک گئی۔ یہ وزگاری میں بے انتہا بے تحاشا اضافہ ہو گیا۔ ٹرانسفار مرزا ناپید۔ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی۔ نالیوں میں گند جنم گیا ہے۔ سڑکوں پر لوگ مر رہے ہیں۔ ہسپتاں میں جعلی ادویات۔ کل کے اخبار میں ہے کہ 25 کروڑ روپے کی جعلی ادویات۔ ہم اپنے لوگوں کو، یہ واحد صوبہ ہے۔ لوگوں کو بچانے کی بجائے ان کو جو ہے زہر کی گولیاں کھلا کر مار رہے ہیں۔ یہ دنیا کا تاریخی ایک ماؤں ہے۔ گورننس کی crisis کا کسی بھی جگہ پر آپ دیکھ لیں۔ اب آتے ہیں جناب والا! گیس کی طرف آج سے کوئی چھ سات مہینے پہلے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ صاحب نے ایک بہت ہی اچھا احتجاجی خط لکھا اسلام آباد کو۔ انہوں نے کہا کہ گیس پیدا کرنے والے دو بڑے صوبے ہیں ایک کا نام ہے سندھ اور دوسرے کا نام ہے بلوجستان۔ جب یہ دو بڑے صوبے گیس پیدا کرتے ہیں کا ایک constitution article آیا۔ 3 subsection 172، constitution کا ایک article 158 کے بعد اٹھارویں ترمیم کے بعد ہماری اب ہمارا بنیادی حق ہے۔ یہ ہماری دولت ہے۔ یہ ہمارے زمین سے نکلنے والا ہمارا خون ہے۔ ہمارا پسینہ ہے۔ ہماری کمائی ہے۔ اس کو آپ یہ آئینی، قانونی، بین الاقوامی اصولوں کے مطابق پہلے ہمارے صوبوں کو آپ دینیگے۔ میں یہ چھوٹی مولیٰ چیزوں پر نہیں جاؤں گا۔ پریشر کم ہے۔ پاپ کم ہو گئی فلاں کم ہو گیا۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ جب تک بلوجستان میں آپ یہماری کے اُس بنیاد کو تشخض نہیں کرتے اس صوبے کو ہم نے disprin, panadol, paracetamol پر زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ کینسز زدہ صوبہ بن گیا

ہے۔ وسائل کا بحران ہے۔ مسائل کے انبار ہیں۔ اُس کے ساتھ وسائل کا انبار ہے اللہ پاک نے بھر پور وسائل سے مالا مال کی ہے لیکن جب گونش کی crisis ہے۔ اب جناب والا! 1952ء میں ہمارے ہاں سے گیس نکلی 1955ء سے لے کر 1970ء تک بلوجستان پاکستان کی اکانوے فیصلیعنی پورے پاکستان کی سب سے زیادہ گیس کی ضرورتیں وہ 1970ء تک بلوجستان اس کی گیس کی ضرورتیں پوری کرتا تھا۔ جب سندرھ اور پختوانخوا میں گیس پیدا ہوئی تو 2005ء اور 2004ء کے ماہین جب اگر دیکھا جائے بلوجستان کا جو پیداواری جنم ہے، پیداواری حصہ ہے وہ کم ہو کر اکیس فیصد اور اب یہ کہتے ہیں کہ انیس فیصد تک جا پہنچی ہے۔ لیکن جناب والا! میں ہمیشہ یہ بات کہہ رہا ہوں۔ جب میں بلوجستان کمپنی کا ممبر بھی تھا 2004ء کے بعد۔ میں نے کہا کہ جب ہمیں کیسکو والے بھلی دیتے ہیں۔ اب چھوٹی سی اس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے ہم سب کے لئے۔ کیسکو میرے گھر کو بھلی فراہم کر رہا ہے۔ اُس نے اپنا میٹر لگایا ہوا ہے۔ وہ بالکل اُس نے اپنا وہ تار، میں اپنے گھر میں کارخانہ نہیں چلا سکتا۔ کیا زیادہ سے زیادہ بھلی استعمال کروں گا۔ کیا ہے اُس نے ایک میٹر لگایا ہوا ہے کہ میں اپنی گھر میں کتنی بھلی استعمال کروں گا۔ میرے گھر میں استعمال ہونے والے گیس کے لیے سوئی سدرن گیس کمپنی نے اپنا میٹر جو ہر سال change کرتا ہے اپنی مرضی سے، اپنا میٹر لگایا ہے کہ میں نے ناپنا ہے میں نے تحسیں ایسے گیس نہیں دینی ہے۔ میں نے اپنا ایک ایک اُنس، ایک ایک کیوبک فٹ یا جو بھی ہے اُس میں وہ میں تحسیں ناپ کر دوں گا۔ یہ واحد صوبہ ہے انہوں اور بھروسے کا۔ 3 لاکھ 55 ہزار مکعب فٹ گیس یہاں سے نکلتی ہے۔ اور آپ کے پاس ایک میٹر بھی نہیں ہے کہ آپ ناپ سکیں اور توں سکیں کہ اس فیڈریشن میں آپ کتنا گیس پپکر رہے ہیں۔ اس نظام میں انیس فیصد کر رہے ہیں۔ پچھس فیصد کر رہے ہیں۔ پچھس فیصد کر رہے ہیں یا پچھن فیصد کر رہے ہیں؟ اب یہ کیا مطلب ہم اتنے جاہلوں کا صوبہ بنادیا اس کو۔ 1950ء سے کہ مشلاً جب آپ بات کرتے ہیں کہ جی ہم gas monitor کریں گے۔ گیس ہماری اٹھارویں ترمیم کے بعد سو فیصد پی پی ایل کے بعد یہ گیس ہماری ملکیت ہونی چاہیے تھی۔ آج ہم گیس کی نرخ پر دوں ماؤنڈل گیس ٹاؤن کے یا گھر کے بنانے کی بجائے یہ گیس ہماری ملکیت ہے۔ یہ ہمیں پتہ ہونا چاہیے کہ سوئی میں اس وقت 92 کنوں ہیں۔ گوکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جی بلوجستان میں گیس کی پیداوار کم ہو گی ہے۔ لیکن جناب والا! 1955ء میں ہم صرف ایک ہزار پانچ سو 53 مکعب فٹ گیس پیدا کرتے تھے۔ اور آج جناب والا ہم تین لاکھ ستائی ہزار تین سو 68 میلن مکعب کیوبک فٹ جو ہے وہ گیس ہم جو ہے MCCF پیدا کرتے ہیں۔ تو کیا ہوا ہماری گیس کی پیداوار کئی سو گنا بلکہ کئی ہزار گنا جو ہے وہ بڑھ گئی ہیں۔ لیکن جب ہمیں بتایا جاتا ہے، جب بلوجستان کو حساب کتاب دیا جاتا

ہے۔ کہتا ہے جی آپ بلوچستان تواب صرف انیں فیصلہ گیس فراہم کر رہی ہے۔ بلکہ ہم ہر میٹنگز میں جاتے تھے جوانز جی کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ بلوچستان کے گیس کی پیداوار تو اور بھی کم ہو رہی ہے۔ لہ وہ آپ کوڈراتے ہیں کہ آپ بس بھوک سے مر جائیں گے۔ پیاس سے مر جائیں گے۔ کیوں کہ یہ جو ہم سارے ہشاش بشاش لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جو بلوچستان میں حکمرانی کے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ یہ ہم سب لوگوں کا گزر بر اسی غریب 92 کنویں پر ہیں۔ وہاں سے نکلنے والی گیس جب آتی ہے پھر اس NFC award کے بعد یہ پیسہ آتا ہے ادھر پھر ہم لڑتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میرا ڈسٹرکٹ۔ وہ کہتا ہے میرا ڈسٹرکٹ۔ یہاں ہمارے آباؤا جداد نے کوئی کارخانے نہیں لگایا۔ یہاں کوئی ٹیکس نیٹ نہیں ہے۔ یہاں پھر یہ ہمارے natural resources ہیں۔ اور ڈیرہ بگٹی میں لوگوں کے پاؤں میں جوتے نہیں ہے۔ 13 انجینئرز پریم کورٹ کے فیصلے کے باوجود نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ کوئی اُن کو بحال کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ سارے چھوٹی چھوٹی کمپنیوں کو بھی پتہ ہے کہ بلوچستان میں ایک ایسی قیادت بر ایمان ہے جو نا حساب کتاب جانتی ہے۔ نہ معاملات جانتی ہے۔ نہ آئین اور قانون جانتی ہے، نہ اپنے معاملات کی جو ہے اُس تھہ تک پہنچتی ہے۔ یہ سرسری با توں، سر سر مجلسوں اور سرسر زبانی وايد سے ہم اس کو بہلا سکتے ہیں۔ یہ ایک mindset ہے۔ اس لیے یہ over confident ہے۔ توجہ گیس کی بات آتی ہے تو جناب اسٹیکر! اب اس وقت جو صورتحال ہمارے ہاں بنی ہوئی ہے جس کا ذکر میرے دوستوں نے کیا کہ کوئی میں گیس کی crisis ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب سنده کے وزیر اعلیٰ نے ایک strong سا احتجاجی لیٹر لکھا تو وہاں دو تین ڈبو types کے منظر ہیں۔ میں نام نہیں لینا چاہوں گا۔ لیکن جنہوں نے کبھی آئین کو چھواتک نہیں یا آئین کو پڑھا نہیں یا وہ سماجی تعلق کی جو دستاویز ہے جس کو انگریزی میں کہتے ہیں social contract, constitution between federating federation and federating units. کبھی اس کو پڑھا تک نہیں ہے۔ اُس Article 158 کو کہتا ہے جی بالکل ایسی بات نہیں ہے۔ گیس جو ہے وہ پورے پاکستان کا ہے۔ صوبوں کو اُس کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ انہوں نے constitution کا article 172 سب سیکشن نہیں پڑھا ہے۔ جو ہم سب نے ڈرافٹ کیا۔ ہمارے خون پسینے کی اُس میں ساری کوششیں اُس میں شامل تھیں کہ بلوچستان کو اُس کا حق ملے۔ مجھے کبھی کبھی رونا آتا ہے کہ ہم بلوچستان کیلئے کیا لانا چاہرہ ہے تھے۔ آج بلوچستان میں گیس کی کمی کی وجہ سے گھروں میں لاشیں گر رہی ہیں۔ بیزار ہے گیس کی دولت۔ بیزار ہے اکیس ٹریلیون۔ اکیس ہزار ارب روپے۔ 1955ء سے لے کر یہ آپ کی جناب والا 2016-17ء کی بات

کر رہا ہوں۔ میں 2019ء تک کا حساب نہیں لایا۔ بلوچستان کی جو گیس کی economic value کے جس shadow price کہتے ہیں۔ بلوچستان کی economic value, 21 trillion billion کی بات کرتے ہیں ہمیشہ۔ 21 ہزار ارب روپے بلوچستان کے جو ہے کہ وہ گیس کی مد میں ہمارا cost ہے جو گیس سے 1960ء اور 70 کے بعد سینٹ بنانے والے کارخانوں کو اور fertilizer کو تو ابھی تک جو ساری technical subject ہے۔ اس لیے کہ بلوچستان کی گیس بلوچستان کی گیس سے چلتی ہیں۔ یہ بہت eating value gas ہے۔ جس طرح کوئلہ، دمڑ صاحب بیٹھے ہیں۔ شاہرگ والے، پیچھے والے جانتے ہیں کہ کوئلہ میں بھی دو چار قسم کا، ہر کالا پتھر کوئلہ نہیں ہوتا۔ کوئلہ میں بھی پانچ، چھ قسم ہیں۔ اسی طرح جو گیس نکلتی ہے اُس گیس کی بھی ہر کسی کی ایک کواٹی ہوتی ہے۔ جو بلوچستان سے گیس نکلتی ہے وہ high heating value gas ہے۔ وہ صرف اور صرف سب سے زیادہ کھاد کے کارخانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اور جناب والا کھاد کے کارخانوں سینٹ کے کارخانوں CNG اور پاکستان کی انڈسٹریل ڈیولپمنٹ میں بلوچستان جیسا غریب صوبہ۔ ساری زندگی ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ بلوچستان کو ہم grant دیتے ہیں۔ بلوچستان کو ہم فنڈ دیتے ہیں میں حساب کتاب کے لیے اُن کے ساتھ تیار ہوں۔ بلوچستان نے 7.6 trillion یعنی ساڑھے 7 ہزار ارب روپے کے قریب اس غریب صوبے نے امیر صوبوں کی صنعتوں کو سب سدی دی ہے یعنی کیا دی ہے؟ رعایت دی ہے۔ مراعات دی ہے۔ ہمارے جیبوں سے ساڑھے 7 ہزار ارب روپے کا کل کرس کو ملا ہے؟ بہت سیدھے الفاظ میں کس کو ملا ہے؟ کھاد بنانے والی کارخانوں کو۔ سینٹ بنانے والے کارخانوں کو۔ پاکستان میں کائن کی صنعت کو۔ پاکستان میں سینٹ کی صنعت کو CNG کو اور فلاں، فلاں کو۔ اور اب کیا ہوا؟ گیس کم ہوئی ملک صاحب سارا فوج ہم بریگیڈ گئے، بیٹھے ہوئے ہیں سوئی سدرن گیس کمپنی کے سامنے۔ اللہ ہو، اللہ ہو کچھ کروں کچھ دوں خدا کو مانو۔ رسول کو مانو۔ 2 مکعب MCF اس میں بڑھا دو۔ لوگ مر رہے ہیں۔ اور صوبائی حکومت نے ایک احتجاجی مراسلہ بھی جو تحریر نہیں کیا۔ صوبائی حکومت نے انجی کے منسٹر تو یہاں کوئی نہیں ہے۔ میرے خیال میں جام صاحب خود انجی کے منسٹر ہیں۔ بلوچستان میں وزارت اعلیٰ کے ساتھ ساتھ بہت سے اہم وزارت اُس کے پاس ہیں۔ انجی کی وزیری کی حیثیت سے آج اُن کو یہاں ہونا چاہئے تھا۔ اور یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے جناب والا؟ سب سے بڑا مذاق آپ کے اوپر ہے۔ یہ صوبہ مذاق کرنے کے برابر ہے۔ اس کے ساتھ جتنی بھی مذاق کر سکتے ہیں اسلام آباد والے کریں گے۔ ہماری حالت اور ہماری حیثیت کو دیکھ کر لوگوں کی۔ جب

بلوچستان ساٹھ، ستر سال سے انکے کارخانے چلاتے ہیں۔ بچلی کی پیداوار میں حصہ ڈالتے ہیں۔ اُن کے ہاں روزگار، روزی اور روٹی پیدا کرنے کا باعث بتتا ہے۔ جب پاکستان بننا پنجاب اور ہماری صورت حال ایک تھی پاکستان میں zero industrial growth صنعتیں ہیں

صرف ہمارے یہ دوصوبوں میں صنعتوں کی تعداد جو ہے ساڑھے اکیس ہزار ہے۔ روزگار وہاں پیدا ہوئے۔ پیسے وہاں گئے۔ وہاں network establish ہوئی۔ اب مذاق دیکھیں اب کیس ختم ہو رہی ہے۔ تھوڑی بہت کیس کم ہو گئی۔ ابھی گیس کم ہو گئی تو وہ کیا کریں گے۔ چوالیس ارب روپے کی import LNG وہ کرنے جارہے ہیں کس کے لیے؟ ٹیکنالوگی صنعت کو جو export oriented industry ہے جو forcecast ہے۔ جو ایکسپورٹ فوکس کی کہ جو پاکستان کی برآمدات ہے وہ کم ہو رہی ہیں۔ تو وہ چاہتے ہیں کہ، درآمد کہتے ہیں پتہ نہیں اردو میں export کو۔ تو جو پاکستان کی کم ہو رہی ہے تو export industry کو چوالیس ارب روپے کی LNG مغلوا کر ہم ان کو جناب والا! فراہم کریں گے۔ لیکن اُس میں سے تھوڑی بہت صوبوں کو بھی دینا ہے تو ہم کیا کریں سندھ اور خیبر پختونخواں کو بھی اُس سے گیس دی دیں گے۔ اور پھر بلوچستان اور سندھ کو بھی دی دیں گے۔ اب اُن کے خیال میں یہ بلوچستان بہت امیر صوبہ ہے۔ حالانکہ سارے اعداد و شمار دیکھیں بلوچستان دنیا میں صرف ایک دوچھوٹے خطے ہیں جن کے ساتھ بلوچستان غربت میں مقابلہ کر سکتا ہے۔ امیری میں مقابلے کی میں بات نہیں کر رہا ہوں۔ اب غربی میں مقابلے میں صرف ہمارے ساتھ ایک یادوچھوٹے خطے رہ گئے ہیں۔ وہ Sudan-South-Sudan ہے جو Sudan سے دو ہزار گیارہ اور بارہ میں جو ہے اُس نے آزادی حاصل کی۔ اور ایک جو ہے صومالیہ کے چھوٹے موٹے علاقوں ہیں۔ باقی افغانستان کی GDP، افغانستان کا per capita income even development میں اور آپ رہ رہے ہیں اس کا موازنہ بلکہ ابھی دو دن پہلے کی جو اعداد و شمار ہے۔ تین دن کے آئے ہیں اُس میں جناب والا افغانستان کی جو GDP ہے اُس نے پاکستان کی GDP کو بھی cross کر دیا ہے۔ وہ three point something پر ہے اور پاکستان two point something پر آکر رہ گیا ہے۔ یہ جناب والا! آج کا اخبار ہے کہ درآمدی گیس۔ جناب اسپیکر! درآمدی گیس مہنگی پنجاب، پختونخوا، اسلام آباد کے لیے 1 سو 9، سندھ، بلوچستان کے لیے 1 سو 12 روپے فی یونٹ اضافہ۔ یعنی جس صوبے نے ساری زندگی خون پسینہ اپنی، وہ ہمارا خون ہے۔ وہ گیس کسی بھی جس طرح بلوچستان ہماری جان ہے۔ ہماری وطن ہے۔

ہم اس federation کا حصہ ہیں۔ ہمارے پاس اور کوئی دولت ہے نہیں۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں۔ جب چاول کی پیداوار کم ہوتی ہے چاول کی قیمتیں بڑھ جاتی ہے۔ گیس کی پیداوار کم ہو گئی ہے لیکن بلوچستان سے لے جائی گئی گیس کی قیمت بڑھانی نہیں جا رہی۔ بھئی اگر کوئی چیز دنیا میں ویسے ہی ناپیدا ہوتی ہے۔ گندم مارکیٹ میں کم ہو جاتی ہے تو گندم کی قیمت میں جو ہے اضافہ ہو جاتا ہے۔ چاول کم ہوتی ہے تو چاول کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور ساری چیزیں جو کم ہوتی ہے تو ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ بھئی گیس تو بہت ہی important committee بن گئی ہے یہ سب سے بڑا ذریعہ کا resource ہے تو پھر گیس کی قیمت کیوں نہیں بڑھاتے؟ اب میں آپ کو بتاؤ کیوں نہیں بڑھاتے۔ اگر بلوچستان کا well at price بڑھے گی۔ گیس کی جب قیمت بڑھتی ہے تو پھر اُس کے بعد well at price بڑھے گی۔ آپ کی رائی بڑھ گئی۔ بلوچستان کو سالانہ سماں سے ستارب روپے زیادہ ملے گی۔ اور یہ حساب کتاب وہ آپ کے ساتھ کریں گے نہیں۔ یہاں جو ہمارے سارے دوست احباب بیٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم اس حساب میں جانا ہی نہیں چاہتے۔ جتنا ہے بس اُسی پر لڑنا ہے۔ میں نے تمہارے ٹھیک پر قبضہ کرنا ہے۔ اُس نے میرے ٹھیک پر قبضہ کرنا ہے۔ اُس کی constituency پر قبضہ کرنا اور اس نے اُس کی constituency میں قبضہ کرنا ہے۔ ہماری ساری سیاست جو ہے بلوچستان کی ادھر آ کر رک گئی ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کو کیسے نیچا دکھانا ہے۔ ہم نے بلوچستان کے لوگوں کی سرباندی، خشخاشی، خوش بختی، بلوچستان کے وسائل اور ان پر دسترس کے لیے کبھی بھی ایک سنجیدہ سیاست نہیں کی۔ میں جناب والا یہ دیکھیں ابھی بلوچستان خود multi-dimentional poverty index کشرا بھتی غربت کی شرح ہے بلوچستان میں وہ 72 سے 176 اب 82 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ ان کی اپنی اسٹیٹ بینک کی رپورٹ ہے۔ پلانگ کمیشن کی رپورٹ ہے human development index کی رپورٹ ہے۔ میں اب آتا ہوں آگے۔ اب کیوں یہ بحث ضروری ہے۔ یہ گیس کی پریشانی کی کا اتنا ضروری نہیں ہے۔ جب تک گیس پر آپ کی دسترس نہیں ہو گئی اٹھا رہو ہیں ترمیم کے بعد آپ کو حاصل ہو گئی ہے یہ ہماری نالائقتی ہے کہ ہم اُس کو اپناتے نہیں ہے۔ اُس کو on ہمیں کرتے قلات میں، اب سوئی کے بعد پاکستان میں 20 سال بعد سب سے بڑا کیس کا ذخیرہ نکلا ہے۔ یہ وہ کہہ رہے ہیں لیکن میں باور نہیں کرتا میں اُن کے اعداد و شمار کبھی جب تک میں اپنے اعداد و شمار کھانہ کروں کہ جی چند ملیون MMCF جو ہے وہ قلات سے نکلے گی اور اُس کے تمام تر حقوق پی پی ایل کے ساتھ۔ پی پی ایل کون ہے؟ پی پی ایل بھی ہے جناب والا! جو 1955ء اور 1956ء سے سوئی گیس کو چلا رہی ہے۔ جو سوئی کے کنوں کو چلا رہی ہے۔ جو سوئی سدرن کو اور سوئی نادرن کو

جو ہے گیس فراہم کرتی ہے۔ اسی پی پی ایل نے discover کیا ہے۔ اسی پی پی ایل نے بلوچستان مائنگ ائٹر پارائز کے نام پر خپدار سے بیراج لے جا رہا ہے۔ یہی پی پی ایل نے دودارک پاؤں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اسی پی پی ایل کے شیئر آپ کے سیلیڈ میں مختلف projects میں ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ مقدس اسمبلی ہے خدا کرے اس میں وہ مقدس کو ہم برقرار رکھیں۔ تو جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری نئی گیس کی پروڈکشن یہاں سے گیس نکل رہی ہے۔ ہمیں بلوچستان کی حکومت کو بین الاقوامی اصولوں کے مطابق دنیا میں اگر پاکستان جس قیمت پر LNG لے رہا ہے۔ بلوچستان کی حکومت کو چاہئے کہ قلات کے گیس کی ساتھ یہی سلوک کریں کہ قلات کی جو گیس ہو گی اُسکی قیمت بین الاقوامی نرخ اور معیار کے مطابق مقرر ہو گا۔ بلوچستان کا جو well at price قلات میں مقرر گیس نکلی ہے جناب والا کہتے ہیں۔

(خاموشی۔ مغرب کی اذان)

جناب اسپیکر: میرے خیال میں مغرب کی اذان کا وقہ نہیں کریں؟ آپ جلدی اپنی بات ختم کریں۔
محترمہ شکلیلہ نوید قادری: جناب باہر ہمارے بچے احتجاج کر رہے ہیں براۓ مہربانی آپ ایک کمیٹی بنائ کر بھیجیں جو ان سے بات کریں۔

جناب اسپیکر: جی بڑی مہربانی! جی میرے خیال میں ایک کمیٹی بنادیں عارف جان اور انجوکیشن کا مسئلہ سردار یار محمد رند صاحب اپنا دیش ہے، عارف جان ہے۔ اور اپوزیشن سے شکلیلہ بی بی اگر ان سے بات کر لیں تو جی آپ کی مہربانی ہو گی اگر آپ جا کر بات کریں گے۔ سردار صاحب! بچے باہر ہیں کیونکہ آپ انجوکیشن کے وزیر ہیں۔ آپ کی مہربانی۔ ہوم منظر نے گرفتار کیا ہے اُس کی تو انکو ارسی ہونی چاہئے۔ جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جی شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میں مختصر ابات کروں گا۔ دیکھیں اس وقت باقی ہمارے موضوعات بھی رہتے ہیں، اُس پر ہم شروع کریں گے۔ میری اپنی ذاتی رائے ہے کہ اگر جناب والا order آپ کریں۔

جناب اسپیکر: جی ایک دفعہ ان کو جانے دیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میرے خیال میں وقفہ کردیں جناب والا! 10 منٹ کا۔

جناب اسپیکر: ہاں نماز کے لیے چلو 20 منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(وقفہ نماز کے بعد اجلاس دوبارہ زیر صدات میر عبدالقدوس بزنجو، جناب اسپیکر شروع ہوا)

جناب اسپیکر: جی ثناء اللہ بلوچ۔

جناب شاء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکر یہ جناب اسپیکر! میں نے جہاں پر ختم کیا تھا وہاں سے شروع کروں گا۔ اور منظر بھی کروں گا۔ شام بھی ہو گئی اور باقی دوستوں نے بھی بات کرنی ہے۔ یہ موضوع بہت ہی اہم ہے بلوچستان کے حوالے سے۔ بلوچستان میں جتنے تنازعات ہوئے۔ بلوچستان کا جتنا سیاسی اس وقت تنازع ہے اسلام آباد کے ساتھ جو ہوا ایک کچھا جو کہ ایک ہماری تقاضا ہے، تقاضا ہے وہ سارا اسی میں۔ یہ ہمارے قدرتی وسائل اور ہمارے جو گیس کی ارد گرد گھومتی ہے اسی لیے میں یہ سمجھتا ہوں ذاتی طور پر کہ بلوچستان کی اسمبلی بہت ہی سنجیدہ لینا ہو گا۔ بالخصوص کیونکہ جب اس وقت ہمارے حکومتی اراکین یہاں ہیں۔ اس حکومت کو بہت سنجیدہ لینا ہو گا۔ یہ بحران آگے بڑھے گا کہ ایک دوساروں کے بعد اس دفعہ آپکا صرف کوئی میں گیس کی issue pressure کا ہوا ہے۔ ہمارے 32 اضلاع میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ جی LNG plant وغیرہ دیے جائیں گے۔ وہ ابھی تک بلوچستان کو دیئے نہیں گئے۔ بلوچستان کو آئینی حوالے سے آرٹیکل 158 کے تحت 100% گیس ملنی چاہیے تھی بلوچستان کو گیس نہیں مل رہی فلات میں جو نکلنے والی گیس ہے جہاں سے نکل رہی۔ بیزار ہے اُسکی ابھی تک پہلے well at price decide ٹنیں ہو اسکی ابھی تک فارمولات نہیں ہوا صوبے کے حصہ کا جو معاملہ ہے۔ وہ بھی ابھی تک طنیں ہوا۔ وہاں جو مقامی لوگوں کی جو زمینیں اور مسائل وہ ابھی تک طنیں ہوا۔ آب گم میں اسی طرح کا مسئلہ ہے۔ بیزار گیس سے وہاں صنوبر کے جوتا رنگی ہزاروں سالوں جو وہاں درخت اور نباتات ہیں۔ ان کو بھی تھوڑا اجارہ ہے۔ ان کو بھی وہاں ایندھن کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قدرتی وسائل ہیں وہ ہمارے لیے مالی اور مادی فائدہ نہیں لارہے ہیں ہمارے لئے ماحولیاتی نقصانات کا باعث بن رہے ہیں۔ مالیاتی نقصان کا باعث بن رہے ہیں۔ ہمارے ہاں احساس محرومی کو بڑھا رہے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! میری صرف آپ سے گزارش ہے کہ اس موضوع کو اس لیے ہم یہاں چھیڑا ہے، آپ کو یاد ہو گا کہ کیوں بلوچستان کے ساتھ یہ ذاتی کیوں ہوتی ہے اس وقت بلوچستان میں ہمارے ساتھ حکمران نہیں ہے۔ ایک کوتا ہی چھوٹی سی آپ کے اس ادارے کی بھی ہے میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اسکی ڈرستگی بہت ضروری ہے۔ جب تک آپ اس کو ٹھیک نہیں کریں گے۔ اس ہاؤس کے working کو اس وقت تک بہتری نہیں آئے گی۔ یہ میرے ساتھ قراردادوں کا ایک پلندہ ہے۔ یہ بہت کم قرارداد ہے جو گز شستہ چار، پانچ مہینے میں بلوچستان اسمبلی نے یہاں منظور کروائی جو بھی قرارداد یہاں منظور ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی غور سے پڑھا ہو گا اگر کسی دوست نے پڑھا ہو گا۔ میں ان کیلئے پڑھ کے سناؤں اور پوری جو ہماری bureaucracy ہے ہماری civil establishment ہے ہماری اشرافیہ ہے۔ ہمارے

اسلام آباد کے جو ادارے ہیں ان کیلئے بتانا چاہتا ہوں کہ بھی جب کوئی بھی قرارداد منظور ہوتی ہے اُس میں اُس کے نمبر وغیرہ کے بعد قرارداد نمبر کس جانب سے ہو امثال کے طور پر میں نے ایک قرارداد پاس کیا تھا۔ natural resources پر قدرتی وسائل پر سی پیک پر NFC پر، سینڈک پر، ریکوڈ ک پر اور اسکے علاوہ ہم نے خشک سالی پر کی تھی این ایف سی ایوارڈ پر سینکڑوں ہماری قراردادیں ہیں۔ میں ہر دفعہ یہی سوچ کے آتا ہوں کہ جب ہم اسمبلی میں آئیں گے تو کوئی رپورٹ ہماری قرارداد پر مشتمل وہ ہمارے سامنے table کی ہو گی لیکن یہاں کبھی رسالہ پڑا ہوتا ہے کوئی کتابچہ پڑا ہوتا ہے۔ جو آپ کے روزانہ انڈر گلوبالیشن میں یہ ہماری روپری انڈر گلوبالیشن کی کاپی ہے اس میں جناب والا! ہے ہمارا 114 implementation of resolution 114 page 53 پر میں انگریزی میں نہیں پڑھوں گا اس کو میں اردو میں پڑھتا ہوں آپ کیلئے۔ بلوچستان صوبائی اسمبلی کی منعقدہ اجلاس ہے جس میں ہوتے ہیں منظور شدہ قرارداد نمبر فلاں شاء اللہ بلوج صاحب بہراہ اطلاع و کارروائی لازماً ارشاد خدمت ہے، نیز قواعد و انصباط کار بلوچستان اسمبلی 1947ء کے قاعدہ نمبر 114، sub قاعدہ 2 کے تحت قرارداد پر عملدرآمد کی بابت اسمبلی کو 2 ماہ کے اندر مطلع فرمائیں۔ یہ order ہے اسکے تحت آرٹیکل 114 کے 1 detail a copy of resolution sub section کے تحت sub section کے تحت یہ ساری درج ہے یہ ساری قرارداد ہیں۔ ہمیں آج تک بلوچستان سے یہاں جو بھی قراردادیں پاس کی یہ گیس کی حوالے سے یہاں کوئی 5 سے 6 قراردادیں منظور ہوئی ہیں۔ اگر میں دوبارہ کہوں کہ میٹنی بنا کیں دوبارہ کہوں میں قرارداد مشترکہ منظور کرواتے ہیں لیکن جو سابقہ قراردادوں پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری صاحب اس کا دیکھیں اس کے چیزوں کو۔ اگر وہاں نہیں آتا ہے تو کم از کم اسمبلی میں تو بتا دیں تاکہ انکو بتا دیں کہ اسلام آباد interest نہیں لیتا ہے بلوچستان کے قراردادوں پر۔

جناب شاء اللہ بلوج: even بلوچستان کے ادارے یہ بلوچستان کے ڈیپارٹمنٹ سیکرٹریز اور منسٹریز کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جناب اسپیکر: بھی لا ٹین اس پر۔

جناب شاء اللہ بلوج: جی ہاں! سر اس پر میں آتا ہوں اسکی بنیادی وجہ یہ ہے جب آپ کو اس قرارداد کی 2 مہینے یعنی 60 دن کے اندر جواب ملنا چاہیے۔ میرے پاس ایک لمبی فہرست ہے اگر میں آپ کو بتاؤں۔

جناب اسپیکر: آج تک نہیں آیا ہے بالکل کوئی بھی گیا ہے آج تک نہیں آیا ہے۔

جناب شاء اللہ بلوج: کسی کی بھی رپورٹ کیونکہ وہ اس اسمبلی کو even بلوچستان کی بیوروکری ایک

ڈائریکٹر کوئی ایڈیشن سیکرٹری ہے کوئی ڈپٹی ڈائریکٹر کوئی اسلام آباد کا آدمی کیوں سریہ سنجیدہ لے گا؟ جب بلوجستان میں ہم نے person with disabilities کے حوالے سے قرارداد پاس کی کہ معدذروں کو 5000 ہزار سے 10000 ہزار روپے مہینے کا دے دیں بیز را ہے ملازمت سے یقیناً مذکور ہو۔

جناب اسپیکر: یقیناً مذکور ہے ملازمت سے ویسے کیبنت سے پاس ہے۔

جناب شناع اللہ بلوچ: سراوه تو کوئی ہے میں نے پاس کیا تھا۔

جناب اسپیکر: نہیں کوئی نہیں ہے مطلب یہ معدذور ہے۔ جس سے ان کو اگر نہیں نوکری دے سکے تو ان کو گزارہ الائنس دیا جائے۔ بلوجستان کے کیبنت سے جب میں چیف منٹر تھا۔ اُس وقت میں نے پاس کیا تھا کیبنت سے اور اسمبلی سے۔

جناب شناع اللہ بلوچ: کہنے کا مقصد یہ ہے جناب اسپیکر! سی پیک کے حوالے سے بھی اب گیس کیا ہے۔ صرف گیس ہیٹر ہمیں گرمی یا وہ تفہش پہنچانے کیلئے نہیں ہوتی۔ گیس صنعت پر استعمال ہوتی ہے۔ گیس کمرشل اُس کا Use ہوتا ہے گیس کی industrial usage ہے۔ گیس کی سی این جی اور ایل این جی میں استعمال ہے۔ گیس کی آپ کو اور بہت سی چیزوں میں جو اس کا کام پڑتا ہے۔ بلوجستان میں جب تک ان تمام معاملات کے حوالے سے ایک سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی تو میں اس پر جناب والا! رائے ہے دوبارہ نہ ہمارے گورنمنٹ کے colleague اس وقت بیٹھنے نہیں ہیں۔ میں نے یہاں کہا تھا کہ number no 1. council of common interest کی میئنگ آپ کو یاد ہو گی پچھلی اسمبلی میں نے کہا تھا کہ constitution کے اندر صوبوں کے مابین کسی ایک معاملے پر کوئی اگر ایک جھگڑا یا ایک قسم کا جو ہے تضاد یا ایک معاملہ جو قابل حل نہیں ہے۔ وہ آپ کو نسل آف کامن آئٹریست میں لے جاتے ہیں۔ سندھ کی حکومت نے گیس کی معاملے کو نسل آف کامن آئٹریست لے جانے کی بات کی مشترکہ مفادات کی کو نسل جسے کہتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے پاس ایک دوسرا جو فورم ہو lead inter provincial coordination committee ہے یعنی میں صوبائی رابطہ کمیٹی جس کی ایک وزارت بنی ہے اٹھارویں ترمیم کے بعد کہ آپ کوئی بھی معاملہ یہ ہوتا ہے اس اسمبلی کو چاہیے یہ معاملہ آج ہی میں یہ کہتا ہوں کہ آپ صوبے کا انتظام نہیں کریں۔ اتنی مضبوط دلائل ہم نے آپ کو پیش کئے ہیں ہم lead کریں گے ہم اپنے ملک پر جائیں گے ہم اپنی رہائش پر اسلام آباد میں رہیں گے ہمیں حکومت بلوجستان کی کسی بھی مراعات کی ضرورت نہیں آپ اس اسمبلی کے فورم سے آج inter provincial coordination Committee کو لکھیں کہ بلوجستان اسمبلی نے شدید

تشویش کا اظہار کیا اُن کے ساتھ تاریخی زیادتیاں ہو رہی ہیں اُن کے وسائل پر جس طریقے سے استسالانہ اُن کے زیادتی ہو رہی ہے ہم اس کے معاملات پر بات کرنا چاہتے ہیں وفاق کے ساتھ۔ CCI کی مینگ صوبائی گورنمنٹ لکھیں inter provincial coordination کمیٹی کی مینگ ہونی چاہیے۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ جناب والا! بحیثیت اسپیکر کے آپ پاکستان پیرویم لمیڈڈ ہمارے علاقے میں کوآپریو کر رہا ہے بلوچستان میں بنسنے کر رہا ہے کار و بار کر رہا ہے اس وقت وہ سوئی سے پی پی ایل سالانہ 184 ارب روپے کماتا ہے ٹیکس دینے کے بعد اس کی کمائی 60 ارب روپے جاتی ہے۔ اب یہ قلات سے کمانا شروع کر دیا گام سے تو ڈیریہ سو سے دو سو ارب روپے سالانہ کا کار و بار ہے آپ نے آج تک کبھی بھی پی پی ایل کی management کے ساتھ بات نہیں ہو گی۔ اس اسمبلی نے کبھی ان کے ساتھ engage نہیں ہو گا۔ ہماری نیپرل ریسورسز سے متعلق اسٹینڈنگ کمیٹی نہیں ہے پیشل ریسورسز سے متعلق ہماری کوئی منسٹری نہیں ہے ایک انرجی کی منسٹری ہم نے بنائی ہے وہ بھی abandon ہے اس کا بھی کوئی کام نہیں ہے آپ بحیثیت اسپیکر کے آپ اس کو ensure کریں کہ بلوچستان کو اس طرح اکیسویں صدی میں لاچار اور یتیم بے دست و پاہ اور اس طرکوئی جاہل صوبہ نہ سمجھے کہ اس کے اوپر جس طرح کے آکر آپریو کریں جس طرح کی بنس بنا میں جس طرح کے پیسے بنائیں۔ اُس کے بعد گیس بند کر کے تین چار یا چھ بندے مر جائیں اور اس صوبے میں کوئی پوچھنے والا نہیں تو جناب والا! میں آپ کامنون و مشکور ہوں امید ہے کہ جو ہمارے مشوروں کو اس حوالے سے ایک اچھی رونگ بھی دی جائے اور تاکہ اس اسمبلی کے حوالے سے عملدرآمد ہو۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: شکریہ ثناء بلوج صاحب! سیکرٹری صاحب اس چیز کا بھی اور جو بھی قرارداد ہیں، کم ازکم اس کا واپس جواب دیا جائے تاکہ ہم پتے چلے کہ کس وجہ سے ہماری قراردادوں کو اہمیت نہیں دی گی۔ دمڑ صاحب۔

جناب نور محمد مژر (وزیر پی ایچ ای و واسا): شکریہ جناب اسپیکر بڑی دریکے بعد موقع ملا۔

جناب اسپیکر: نہیں آپ کو پہلے بھی موقع دیا آپ نماز پر گئے تھے پھر ابھی نماز پر جاتا پھر آپ کا موقع دیا جاتا ہے۔

وزیر پی ایچ ای و واسا: نہیں میں ابھی ثناء صاحب تقریباً مجھے پتہ تھا کہ وہ کوئی مینوں والی نہیں گھٹوں والی ہے تو میں گیا ذرا fresh ہو کے آیا آپ کا شکریہ جناب اسپیکر! آج کا اجلاس چونکہ مختلف قسم کے معزز ارکین نے ریکوویشن پر بلا یا گیا ہے اور یہاں topics بھی تقریباً عوامی نوعیت کا ایجنسٹ ہے

تقریباً یہ ہماری سب کی مشترکہ عوامی مفادات کی مسائل اور topic ہے تو دوستوں نے یہاں، ہر معزز رکن اسمبلی نے بڑی تفصیل سے بات کی ایک اچنڈا جو گیس کا ہے تو میرے خیال میں سب نے مختصر سی باتیں پیٹ کر کے بتا دوں گا۔ میں آپنی کچھ باتیں گیس کا مسئلہ discuss ہوا یقیناً گیس سب سے زیادہ بلوچستان میں چونکہ زیارت متاثر ہے میرے خیال میں کوئی اور بلوچستان دیگر اضلاع اور شہر بعد میں پھر آ جاتے ہیں۔ سب سے متاثرین اُس میں زیارت کی عوام ہے۔ کیوں کہ زیارت اس وقت تقریباً ما یعنی ایکس، بائیکس تک پہنچ جاتا ہے یہاں تو لوگ گیس پریشر کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہماری زیارت میں تو گیس نہ ہونے کی برابر ہے۔ نام ہے زیارت کی عوام پیغمبَر کر رہی ہے۔ بل جمع کر رہیں اور گیس میٹر لگے ہوئے ہیں گھروں کے سامنے لیکن گیس پوری اس سر دیوں میں سخت ضرورت ہے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہے ہماری تو میرے خیال میں آج تک سارے لوگوں نے تبادل کا بندوبست کر لیا ہر جگہ دفتروں میں آپ جا کے دیکھ لیں گھروں میں آپ جا کے دیکھ لیں وہاں ہر جگہ لوگوں نے alternate کا بندوبست کر لیا۔ کیونکہ گیس جب آئی زیارت پریشر کا مسئلہ وہاں بالکل چولہا جلانے کی قابل بھی نہیں ہے یہاں میں نے اپنے سارے دوستوں کو کوئی کے حوالے سے یہاں گیس پریشر کے حوالے سے بات ہوئی۔ یہاں میں نے قرارداد پیش کی بلکہ قرارداد ایوان کی طرف سے متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ اور اس قرارداد پر بھی ہماری گیس کمپنی کی جی ایم بیچارہ بے بس ہے۔ بلکہ وہ ہماری قرارداد پر ٹس سے مس بھی نہیں ہوا اور نہ کوئی جواب ملائیں اور اسی طرح جوں کا توں تھامسئلہ پھر تقریباً ہمارے لوگ عدالت بھی چلے گئے کوئی بھی اور زیارت کے لوگ عدالت میں، کیوں کہ جی ایم نے پچھلے سال بھی کورٹ کے سامنے یہ statement کہ میں اس کا پابند ہوں کہ میں کوئی اور زیارت کے گیس پریشر کا مسئلہ حل کروں گا۔ لیکن میرے خیال میں کورٹ نے بھی وہ درخواست 6 تاریخ کو dispose اور اس statement پر کہ جی ایم وعدہ کیا۔ لیکن ان سب کے باوجود ہماری کوششیں ہماری عوام کی قراردادیں اور اپوزیشن کی احتجاج اُس کے باوجود بھی گیس ڈیپارٹمنٹ نے کمال کوئی ایسی انہوں نے مخت نہیں کی تھی کوشش نہیں کی ہمیں کوئی ایسا رزلٹ نہیں دی آخر کار جو کہ ہماری سی ایم صاحب نے اس کا پوری طور پر نوٹس لیتے ہوئے سیکرٹری پیٹرولیم منسٹری پیٹرولیم اُس کو بلا یا شاہد ہمارے دوستوں کے علم میں ہو گا۔ میں خود بھی جس طرح عبدالخالق ہزارہ صاحب نے اپنی speech میں بیان کی میں بھی اُس میٹنگ میں تھا اُن کو بڑی سختی سے سی ایم صاحب نے کہا کہ ہمارے بلوچستان کے شہریوں کا یہ بڑا ایک خاص مسئلہ ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا۔

جناب اسپیکر: گیس پریشر پرتوہائی کورٹ نے اپنا فیصلہ دے دیا۔ وہ ابھی کم نہیں ہو گا۔

وزیر پبلک سیلٹھ انجینئرنگ و اسالا: ابھی تو کم نہیں ہو گا میں تو ویسے کوڑت کی جو decisions ہے، پہلے کی میں بات کر رہا ہوں۔ ہمارے دوستوں نے یہاں کہا کہ ہماری صوبائی گورنمنٹ نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ ہماری سی ایم کی جدوجہد اور ہمارے coalition partners کی جدوجہد اس حوالے سے بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: دیکھیں! اس میں گورنمنٹ کو چاہیے کہ یہ جو میٹر زگائے ہیں۔ جو بل اتنا آتا ہے اس پر بھی کارروائی کریں جو بل چالیس ہزار آتا ہے۔ گیس ہے نہیں بل پچاس ہزار آ رہا ہے، لاکھ روپے آ رہا ہے۔

وزیر پبلک سیلٹھ انجینئرنگ و اسالا: تو یقیناً یہی مسئلے ہیں، یہ سارے مسئلے اس میں تھے پریشنیں تھاں جمع کر رہے تھے۔ بل زیادہ آ رہا تھا تو یہی سارے مسئلے تھے۔ پھر بھی ہمارے لوگ اس پر تو نہیں رورہے تھے کہ بل زیادہ آ رہا ہے۔ گیس پریشرنہ ہونے کے برابر تھا۔ کیونکہ اس سردی میں ظاہری بات ہے گیس کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ تھا جس طرح دوستوں نے یہاں discuss کی۔ یہ گیس پریشرنے پریاً بھی کوئی شہر کے تھوڑی بہت بہت پہلے بحال ہو گیا ہے۔ وہ اس میں تقریباً سب نے جدوجہد کی۔ اُس میں ہماری حکومت نے اور ہمارے سی ایم کی ایک بڑی کوشش شامل ہے۔ کیونکہ اس نے وزیر اعظم تک اس معاملے کو میرے سامنے۔ میں بیٹھا تھا ٹیلیفون کیا وزیر اعظم کو کہ ہمارے لوگ روڑوں پر نکلے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے لوگ زیارت کے لوگ بڑے مشکل کا سامنا کر رہے ہیں۔ اور کوئی میں ہر جگہ پر احتجاج ہے۔ تو میرے سامنے انہوں نے پرائم منستر سے بات کی۔ پرائم منستر نے اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے پھر جی ایم نے خود ہی آ کر M.C. سے ملا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے دو دن کا نامم دیں۔ تو کوئی میرے خیال میں بیس یونٹ یا چھپیں یونٹ انہوں نے اضافہ کر دیا۔ تو یہ بڑھا دی۔ کہنے کا مقصد یہ کہ گیس کم نہیں ہے گیس ہے وافر مقدار میں موجود ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہمارے کوئی اور بلوچستان کیسا تھا سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟ یہ مناسب نہیں ہے۔ اس بات کی ہم جتنے بھی ہیں سارے مذمت کریں تو یہ میرے خیال میں کم ہو گی۔ کیونکہ گیس ہماری صوبے سے نکل رہی ہے اور اس کے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ چرا غ تلے اندھیرا۔ ہمارے اپنے صوبے میں ہمیں گیس نہیں مل رہی ہے۔ تو یہ ہمارے گیس کا مسئلہ تھا دوستوں نے اس پر بڑی مفصل بات کی۔ بہر حال یہ گیس کا مسئلہ فی الحال تو حل ہو گیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ آج آپ جی ایم کو ایک رولنگ دے دیں اس کو بلا لیں۔ ٹھیک ہے موسم ابھی بہتر ہو رہا ہے۔ اور گیس کی پریشانی بھی بہتر ہو رہی ہے۔ لیکن جیسے یہ گرمیاں گزریں گی آنے والے سال پھر یہ ہمارے لئے ایک زحمت ہو گی۔

جناب اسپیکر: نہیں ابھی نہیں کر سکتے۔ ابھی باقاعدہ کورٹ کا فیصلہ ہے۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: سر! اللہ کرے، کورٹ نے پہلے بھی فیصلہ دیا۔ لیکن اللہ کرے کہ یہ کورٹ کے اس فیصلے کا پابند رہیں۔ اور دوسری بات یہاں حالیہ بارشوں اور برف باری کی ذکر ہوئی تو یہاں اتنا کہتا ہوں۔

جناب اسپیکر: وہ اسکا ایک علیحدہ topic آرہا ہے۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: میں سارے conclude کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: conclude نہیں ہو جاتا ہے۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: ہر ایک کو یہ پھر گھنٹہ گھنٹہ تقریر ملے گا۔

جناب اسپیکر: اُس نے بھی گیس پربات کرنی ہے۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: گیس پر تو ہمارے شناع صاحب ساری باتیں کر دیں۔

جناب اسپیکر: جب اس پربات ہو گئی۔ آپ گورنمنٹ ہیں پھر آپ اس پربات کریں نا۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: حالیہ بارشوں میں گورنمنٹ نے کوئی خاص انتظامات نہیں کیئے۔ اس حوالے سے میں اپناؤ قف بیان کروں گا۔

جناب اسپیکر: اچھا بات کریں ایک گھنٹہ اور برفباری پر۔۔ (مدخلت۔شور)۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: آمن و امان پر یہاں بات ہو گئی۔

جناب اسپیکر: نہیں ہو گئی۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: کون سے اچنڈے پر discuss ہوئی۔

جناب اسپیکر: دمڑ صاحب! آپ ایک topic پربات کریں۔ اگلے پربھی بات کریں، پہلے آپ گورنمنٹ کاماؤ قف پیش کر دیں۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: اپوزیشن والوں نے اپنی بھڑاس نکال دی۔ جب ہماری باری آئی تو ہم انکو جواب دیتے ہیں۔ آپ ہمیں نہیں چھوڑتے۔

جناب اسپیکر: نہیں کیا۔ میں نے چھوڑا نہیں ہے۔

وزیر پی انجی ای و دوسرا: جواب نہیں۔ میں کہتا ہوں آپ نے ہمیں کیوں اس میں بات نہیں کرنے دے رہے۔ میں وضاحت کرتا ہوں۔ جس طرح بارش ہوئی۔ ہماری کوشش، ہماری صوبائی حکومت کی جدوجہد اور ہماری الیف سی نے جو محنت کی برف باری میں۔

جناب اسپیکر: دمڑ صاحب! بحث ہو گی تو آپ اس پر بات کریں گے۔ جی دمڑ صاحب آپ گیس پر بات کر کے conclude کریں۔

وزیر پی انجی ای و واسا: نہیں ابھی اس کے بعد کونسا اجندہ اہو گا؟

جناب اسپیکر: ابھی دوبارہ topic شروع ہو گا پھر اس پر آپ کو بتائیں گے۔

وزیر پی انجی ای و واسا: چلو یہاں تک گیس کے حوالے سے ٹھیک ہے ہر ایک اپنے اجندے پر بات کر لیں گے۔ گیس پر یہ رکھ کے حوالے سے میری سب دوستوں سے یہ ریکوئیٹ ہے کہ ایک جگہ پر آپ اس کو رو لوگ دیں۔ کورٹ کا مسئلہ اپنی جگہ پر اور ہم ایک آواز ہو کر ان کو ایک پیغام دے دیں۔ ابھی وقت ہے کم از کم ایسا نہ ہو کہ وقت سر پر آ جائے۔ پھر آنے والے سر دیوں میں پھر ہم چھین گے۔ پھر ہماری اس وقت کی تجھ و پکار سے کچھ نہیں بنے گا۔ ابھی کم از کم ہمیں کوئی ایک ایکشن لینا چاہیے اور جی ایم کوم کم از کم ایک پیغام جائے۔ اور مرکز کو ہماری اس قرارداد کی کوئی جواب ابھی تک نہیں ملی ہے۔ تو یہ ایک جواب مانا چاہیے۔
شکر یہ اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی کیا ہوا؟

میر حمل کلمتی: جناب اسپیکر! یہ تو سارے کیبنٹ ممبرز یہاں بات کر رہے ہیں۔ ویسے اسمبلی میں پہلے اسلم بھوتانی صاحب ہمارے ساتھ تھے 2008ء میں جب اسپیکر تھے۔ ہم کیبنٹ میں تھے۔ ہمیں بات کرنے نہیں دیتے تھے۔ ہم تو سمجھے یہ گورنمنٹ کہہ رہی ہے۔

جناب اسپیکر: لیکن وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم اپوزیشن کے ساتھ ہیں۔

میر حمل کلمتی: موجودہ حکومت بلوچستان میں تبدیلی کی باتیں کر رہی ہے، بڑی بڑی دعوے کر رہی ہے کہ ہم نے فلاں سیکٹر کو ہم نے صحیح کیا اور پانچوں topics پر یہ خود بات کرنا چاہتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے۔

جناب اسپیکر: حمل! وہ آپ کو گورنمنٹ کا موقوف دے رہے ہیں۔

میر حمل کلمتی: اصل اسمبلی میں گورنمنٹ کو چاہیے کہ ممبرز کو، ایم پی ایز کو سنیں۔ وہ یہاں آ کر ہم سے زیادہ خود باتیں کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: وہ گورنمنٹ کا موقوف بیان کر رہے ہیں۔ بیٹھ جائیں۔ غلط بات نہیں کریں وہ گورنمنٹ کا موقوف دے رہے تھے۔ زمرک خان! آپ بات کریں۔

انجینئر زمرک خان اچھری (وزیر محمد زراعت و کو آپ پریزوں): شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ حمل صاحب

جو کہہ رہا ہے وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ لیکن میں اس کو تابتا دوں کہ یہ مسئلہ گورنمنٹ اور اپوزیشن دونوں کا ہے۔ پورے بلوچستان کے عوام کا مسئلہ ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ صرف اپوزیشن بولے اور گورنمنٹ سنتی رہے۔ ہم اپنا موقف آپ کو دیں گے۔ ہم اپنی کارکردگی آپ کو دیں گے۔ یہ صرف گیس کا مسئلہ اس سال پیدا نہیں ہوا ہے کہ آپ کہتے ہو کہ اس سال جو ہے یہ گیس کا مسئلہ ہے۔ یہ گیس جب سے پاکستان بناء ہے، یہ ملک بناء ہے اسی وقت 1952ء سے جب گیس بلوچستان میں نکلی تھی اس وقت سے ہماری جنگ بھی یہی ہے۔ ہماری اپنی پارٹی کی سوچ یہی ہے کہ ہم نے ساحل و سائل کی بات کی۔ ہمیشہ ہم نے جو اٹھارویں ترمیم جو پاس ہوئی، ہماری سب پارٹیوں کیسا تھا ہماری عوامی نیشنل پارٹی کا یہی موقف تھا کہ صوبائی خود مختاری ملنی چاہیے۔ اور ہم نے بہت زور و شور سے اس پر stand لیا۔ ہمیشہ ہم نے یہی کہا ہے کہ صوبوں کیسا تھا اختیارات ہونی چاہیے۔ چاہے گیس ہو، چاہے بجلی ہو، چاہے کوئی بھی مسئلہ ہو یہاں۔ یہیں ہے کہ آج ہم وزیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کل، ہم آپ کیسا تھا ادھری بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اور آپ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہی باقی ہم کر رہے تھے۔ آج بھی وہی باقی ہم کر رہے ہیں۔ ہم آپ کو welcome کہتے ہیں آپ آجائیں یہاں گورنمنٹ میں بیٹھ کے ساری پالیسیاں دیکھ لیں آپ ہمارے ساتھ مل کر۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب اسپیکر: زمرک خان! کبھی نہیں چھوڑے گا اپوزیشن والوں کو۔

زیریگمہ زراعت و کاؤپریٹوں: ہم آپ کو welcome کہیں گے، دیکھیں میں مختصر آیہ باقی کروں گا کیونکہ اس پر انتر لانگو صاحب نے بھی تفصیلی بات کی اور خاص کر شاء صاحب نے تو ماشاء اللہ بہت پوری افغانستان اور دنیا کے سارے جو جی ڈی پی کا اور پورا نقشہ پیش کیا ہمارے سامنے۔ میں اتنا کہوں گا گیس کا جو مسئلہ ہے ہمیشہ ہمارے ساتھ اس میں خللم ہوا ہے بلوچستان کیسا تھا خاص کر۔ کیونکہ جتنی بھی گیس پوری پاکستان میں سب سے پہلے بلوچستان میں دریافت ہوئی ہے۔ اور سب سے پہلے وہ دوسرے صوبوں تک، میں یہیں کہتا ہوں کہ میں ان صوبوں کی خالفت کرتا ہوں یہ ایک فیڈریشن ہے اور فیڈریشن میں اکا یاں رہتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ مضبوط حکومت بنتی اور مضبوط ملک بنتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! سب سے پہلے گیس پنجاب تک، سندھ تک، کے پی تک پہنچ گئی۔ لیکن سب سے آخر میں بلوچستان کو یہ گیس ملی۔ اور پھر جو فارمولے کے تحت ہمیں جو رائٹی ملتی تھی اُس میں بھی ہمارے ساتھ خللم ہوا۔ پھر جب سندھ میں گیس نکلی سترہ فیصد انکو ملتا تھا۔ اور ہمیں بہت کم ریٹ پر یہ جو ہے رائٹی ملتی تھی۔ لیکن مسئلہ ابھی یہ ہے کہ ٹھیک ہے ہمارے گیس کا پریشر کم ہوتا ہے۔ بل زیادہ ملتا ہے ہمیں۔ کیا کرنا چاہیے ہمیں مل کے اس پر جس طرح انتر لانگو صاحب نے کہا کہ ہمیں مرکز میں بھی اس پر stand

لینا چاہیے یہ خود ہی انہوں نے کہا کہ مرکز میں ہمارے نمائندے جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ وہاں کیا کر رہے ہیں چاہے وہ سینٹ میں ہوں چاہے وہ قومی اسمبلی میں ہوں؟ ان کی نمائندگی یہی ہے کہ ہم نے انکو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ ایک اچھی قانون سازی کے تحت ہمیں بلوچستان کو اپنی حقوق دیئے جائیں۔ چاہے وہ گیس میں ہو، چاہے وہ بجلی میں ہو، چاہے وہ این ایجادے میں ہو۔ کچھ ایسے ڈیپارٹمنٹس ہیں جن کو ہمیشہ ہم یہاں اسمبلی سے قرارداد پیش کر کے۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری صاحب! پیٹی وی کا کوئی ادھروہ نہیں ہیں؟ ان کو آپ کہیں کہ کورٹ کیلئے یہاں نہ ان کے کیمرے ہیں۔ جی زمرک صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت و کاؤنسل پروز: تو اس حوالے سے ہم یہی کہتے ہیں کہ ہمیشہ جب ہم یہاں قرارداد منظور کرتے ہیں تو اس قرارداد میں مرکز پر وہی ہمارے ایم این ایز ہیں ہمارے سینٹر ہیں اس قرارداد کو بنیاد بنا کر اس کو قومی اسمبلی یا سینٹ میں پیش کرنا چاہیے۔ اور یہی آوازو ہاں اور پر کردیں کہ جی آج بلوچستان اسمبلی میں یہ قرارداد پیش ہوئی گیس کے حوالے سے کہ گیس کا پریشر کم ہے۔ پریشر کو میں کیا کروں گا۔ پریشر سے لوگ بھی مرتے ہیں۔ پریشر ختم ہو جاتا ہے اور ہمارے غریب لوگ ہیں وہ جو ہزار، دو ہزار روپے کے ہیٹر لگائے ہوئے ہیں۔ جب گیس واپس آتی ہے جس طرح یہاں دوستوں نے کہا وہ گیس leak ہو کے واپس آ جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کے پاس ہمارے اور آپ کی طرح یہاں جو بیٹھے ہیں۔ اپوزیشن ہے۔ سرمایہ دار لوگ ہیں۔ جنہوں نے جاپانی اور جرمنی کے ہیٹر لگائے ہوئے ہیں جب گیس چلی جاتی ہے تو آٹو میک گیس بند ہوتی ہے۔ لیکن یہاں اٹھانوے فیصلہ لوگوں کے پاس وہ ہیٹر لگے ہوئے ہیں جب گیس چلی جاتی ہے تو وہ on ہی رہتا ہے۔ اور جب گیس آتی ہے تو وہ آپ کو موت کی نیند سلا دتی ہے۔ اس طرح بچے بھی مرتے ہیں۔ خواتین اور جوان سب اس گیس سے مرتے ہیں۔ اور یہی ذمہ داری کس کی ہے؟ یہ گیس کمپنی کی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کم از کم اسکو تو ٹھیک کرو۔ اب لاکھوں بل میں نے کچھ لی دفعہ کچھ لی سردیوں میں بھی ہم نے اس مسئلے کو اٹھایا تھا۔ میں نے اپنے گھر کا مثال دیا کہ ایک لاکھ پنیٹھ ہزار بل آیا۔ پھر ابھی تک تین لاکھ میرا بل آیا میں نے ابھی تک جمع بھی نہیں کیا ہے۔ ڈیڑھ مہینے میں تین لاکھ روپے کا بل میرے گھر کا آیا میں نے جمع بھی نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا ابھی کیا کروں کو نا طریقہ ہے۔ کراچی، سندھ میں آپ کو سب سیڈی ریٹ پر گیس ملتی ہے۔ سردیاں یہاں ہیں۔ گیس کی ضرورت بلوچستان میں ہے۔ اور رائلی ان کو ہزار روپے سے زیادہ سے بل کراچی کا کسی consumer کا نہیں بتتا ہے۔ ثناء صاحب! وہاں پانچ سو، چھ سو، سات سو یہاں تک آپ پنجاب جائیں۔ پھر آپ K.P.Tک جائیں یہی

ان کو ملتا ہے۔ اور ہمارے بلوچستان کے جو ایک کروڑ آبادی ہے اور ہمارا خون چوں لیتا ہے یہ فیڈ ریشن والے۔ ہم کیا کریں؟ ہم نے تو آواز اٹھائی۔ بجلی کا کیا حال ہے آپ کا؟ ابھی دیکھو سیزن آرہا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ابھی گرمیوں کا سیزن چلے گا تو پھر آپ کی بجلی کی لوڈ شیڈنگ شروع ہو جائیگی۔ بجلی بند ہو جائیگی ہماری جو رویوٹ ایریا ہے جتنے بھی۔ ہمارے جو دبیٰ علاقے ہیں وہاں آپ کو تین سے چار گھنٹے بجلی ملتی ہے۔ ابھی ایک بلوچستان ہے اگر ایک کروڑ عوام معاف بھی کر دیں تو پاکستان پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے ہماری ان غریب لوگوں کو اگر کچھ سب سیڈی ریٹ پر سب کچھ دے دیں تو کیا ہوتا ہے؟ جب آپ پی آئے کی بات کرتے ہیں کہ جی کرایہ سب سے زیادہ ہے، کوئی اور کراچی کا کیوں زیادہ ہے؟ کہتے ہیں کہ جی نقصان میں جا رہی ہے۔ تو جھائی کمپنی تو کہیں زیادہ کماتی ہے۔ لیکن وہ جو حکومت اور سرکاری ادارے ہوتے ہیں وہ اپنے عوام کو اس بنیاد پر وہ فائدے پہنچاتے ہیں کہ جی کہیں پر نقصان ہو گا تو کہیں پر فائدہ۔ وہ فائدہ اٹھا کر یہاں نقصان پورا کرنا ہے۔ اسلام آباد سے کراچی کی مطلب دس ہزار کرایہ اور کراچی سے کوئی یہاں بارہ ہزار کرایہ ہو گا۔ کیوں ہو رہا ہے؟ بھی! کسی چیز پر تو ہم نے stand لینا ہے کہ نہیں لینا ہے؟ اس میں تو ہم اپوزیشن کے ساتھ ہیں۔ ہم نے ہمیشہ کہا ہے۔ ہم نے فیڈ ریشن میں یہ بات اٹھائی ہے مرکز میں کہ بھائی گیس میں کم کر دو۔ ہمیں سب سیڈی دے دو۔ ہمارے لوگوں کی یہ بیلیں جو آتی ہیں۔ اس پر تو ہم اپوزیشن کے ساتھ ہیں، ہم نے ہمیشہ کہا ہے ہم نے فیڈ ریشن میں یہ بات اٹھائی ہے مرکز میں کہ بھی! گیس میں کم کر دو، ہمیں سب سیڈی دے دو ہمارے لوگوں کی جو یہ بیلیں جو آتی ہیں کل مجھے کسی نے بتایا کہ ہمارا ایک چوکیدار ہے جس کی تنخواہ پچیس ہزار روپے ہے۔ اور اس کا گیس کابل 21 ہزار آیا ہے۔ ابھی وہ صرف گیس کے لئے بیٹھا ہو گا یا صرف بجلی کا بیس، بیس، تمیں، تمیں ہزار جمع کرو۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم بھی دینی ہے۔ انہوں نے اپنے بچوں کا علاج بھی کرنا ہے۔ یہاں کچھ ایسا نظام نہیں ہے پالیسیاں بالکل، یہ روز اول سے اس میں مسئلے ہیں۔ نہیں کہ ابھی جام صاحب کے آنے سے یا ہماری گورنمنٹ ڈیڑھ سال سے بیٹھی ہوئی ہے انہوں نے سب کچھ خراب کر دیا۔ آپ کس سیکٹر کی بات کر رہے ہو۔ میں نہیں کہا آج میں گورنمنٹ میں بیٹھا ہوا ہوں میں اپنی گورنمنٹ کی بات کر رہا ہوں۔ آپ دیکھو اس پی الیں ڈی پی کو جتنی اس گورنمنٹ کی کار کر دگی ہے۔ جتنی ہسپتالیں ہم نے بنائی ہیں، جتنی یونیورسٹیز کو ہم نے پیسے دیئے ہیں۔ جتنی روڑز، جتنے واٹر سپلائی، جتنے پانی کا سسٹم، جتنا یگریلچر کا سسٹم اس گورنمنٹ میں ڈیڑھ سال میں ہوا ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بتاؤ کیوں میں، پچیس سال میں کسی نے کیا ہو گا۔ یہ تو آپ بتاؤ، میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں۔ آپ مجھے سن لیں میں اس میں نہیں ہوں کہ میں آج اس گورنمنٹ میں

ہوں۔ میں حقیقت کہتا ہوں جمل صاحب! میں آپ کو بتا دوں ہماری پی ایس ڈی پی میں ایگر لیکچر کو ایک روپیہ پر اونسل پی ایس ڈی پی میں نہیں ملا تھا۔ نیشنل پروگرام کے تحت ہم گئے۔ جام صاحب ہمارے وزیر اعلیٰ ہم سب گئے۔ یہ یہاں جو ہماری اتحادی گورنمنٹ بیٹھی ہوئی ہے۔ آج اربوں روپے آپ کے نیشنل پروگرام کے تحت یہاں پہنچ گئے۔ آج آپ کے mini and small dams بیک سے لائے ہیں۔ ہم لوگ خود گئے ہیں ان سے یہاں مینگ کر کے زمینداروں کے لئے۔ آج اگر آپ ڈوزر خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے آج ہم نے زیادہ پیسے رکھے ہیں۔ پچھلی گورنمنٹ کا یہ میں کہہ دیتا ہوں لیکن یہ کس نے کیا؟ پہلے تو انہیں ہوا تھا۔ ابھی آپ کے پچاس پچاس، تمیں تمیں بستروں کے ہسپتال بن رہے ہیں۔ پہلے بنے ہیں مجھے بتاؤ پچھلے گورنمنٹ میں؟ میں تو آپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ آپ کیوں اس طرح کہہ رہے ہو۔ اب پچاسی فیصد پی ایس ڈی پی ابھی تک ریلیز ہوئی، سارے ٹینڈر نگ ہوئے ہیں۔ یہ میں آپ کو دعوے سے کہہ سکتا ہوں آپ یہ نہیں کہیں کہ ہماری کارکردگی غلط ہے۔ اگر غلط ہوئی تو ہم آج ہماری پارٹی بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم اس گورنمنٹ کا حصہ نہیں بنیں گے۔ ہم صرف مفادات کے لئے نہیں آئے ہیں ہم اس بلوجستان کے عوام کی بہتری کے لئے آئے ہیں۔ یہاں تعلیم اور ایجوکیشن اور ہیلتھ کو بہتر بنانے کے لئے۔۔۔ (مداخلت) یہ صحیح ہے آپ نے ایک گھنٹہ جو بات کی آپ نے صرف گیس پر بات کی ہے۔

جناب اسپیکر: گیس پر بات کی ہے۔

وزیر مکمل زراعت و کوآپریٹوں: میں آپ کا ریکارڈ نگ ابھی اٹھا لوں گا۔ اگر آپ نے کیا تو میں بھی گیس سے related باتیں کر رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ گیس کی بات۔ آپ نے بھی کہا کہ اس صوبائی حکومت کی کیا کارکردگی ہے۔ آپ نے خود کہا۔ آپ نے کیوں کہا؟

جناب اسپیکر: یہ بات تو محل نے چھیڑی ہے، غلطی کی۔

وزیر مکمل زراعت و کوآپریٹوں: پوچھ رہا ہوں میں صوبائی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت بات کر سکتا ہوں یا نہیں کر سکتا جناب اسپیکر صاحب؟

جناب اسپیکر: جب آپ کہتے ہو کہ کیا کام کیئے تو وہ بتا دیا کہ کیا کام کیئے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔

میر حمل کلمتی: ہمارے ڈسٹرکٹ میں پہلے پانی نہیں تھا اللہ نے جو ہے باشیں کر دی ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں احمد اللہ باشیں ہوئی ہیں یہاں ایسی بات نہیں۔

وزیر مکمل زراعت و کواپریوں: بھئی! آپ کو پانی کی ابھی کیا ضرورت ہے، اتنی بارشیں ہوئی ہیں۔

میر حمل گفتی: یہ گرین ٹریکٹر کی بات کرتے ہیں ہماری ہمتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں پہلے تو دوائیاں دو۔

جناب اسپیکر: اپوزیشن کا کام ہوتا ہے تقدیم کرنا۔ بیٹھ جائیں۔

وزیر مکمل زراعت و کواپریوں: حمل صاحب! آپ میری بات تو دو منٹ سنیں۔ دیکھیں اللہ نے اتنی بارشیں کی ہیں۔ یہاں برف باری ہوئی ہے یہ تو ہماری گورنمنٹ کی برکت ہے۔ دیکھیں! آپ کو اتنا پانی ملا ہے۔ آپ دیکھیں میں آپ کو کہہ دوں آپ کے ڈیم بھر گئے۔ آپ کے پانی کا مسئلہ اللہ نے حل کر دیا۔ یہ تو ہماری آپ دعا تو کریں اللہ نے خشک سالی سے ہماری اور آپ کی جان چھڑا دی۔ میں سالوں سے اتنی خشک سالی تھی۔ گواڑ میں تو بارش ہوتی نہیں تھی۔ خدا کی قسم ابھی دیکھیں اتنی بارش آپ اتنے مزے سے گواڑ میں رہ رہے ہو۔ اتنے مزے سے enjoy کر رہے ہو۔ مجھے پتہ ہے۔ پہلے آپ سال میں ایک دفعہ گواڑ جاتے تھے۔ ابھی سال کا میں پوچھتا ہوں مہینے میں دو، دو، تین، تین دفعہ جا رہا ہے اسپیکر صاحب!

جناب اسپیکر: زمرک خان! اذان ہو رہی ہے۔ شکر ہے اچکز یوں کواذان روکتی ہے ویسے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے۔

خاموشی۔ (اذان عشا)

وزیر مکمل زراعت و کواپریوں: اجازت ہے اسپیکر صاحب۔

(اس مرحلہ پر مکملی شام لال لاسی، چیئرمین نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب مکملی شام لعل لاسی (جناب چیئرمین): جی۔

وزیر مکمل زراعت و کواپریوں: بس میں دو منٹ بولوں گا۔ اس میں میں اپوزیشن سے یہ گزارش کروں گا کہ گیس کی مسئلہ میں اگر ہم متعدد ہو جائیں سارے۔ اور اس کے لئے ہم ایک ایسا راستہ بنالیں کہ ہم اپنے عوام کے لئے پریشر کے ساتھ بلوں کا جو مسئلہ ہے اس کو بہتر طریقے سے حل کر لیں۔ اگر ہم اکھے ملکر چاہے وہ گیس کمپنی والے ہوں۔ یہاں ان کے فیڈرل منسٹر ہوں۔ ان سے ایک کمیٹی کی صورت میں ہم جا کر ملیں۔ اور یہ ہم سارے سفارشات ان کے سامنے رکھیں۔

جناب چیئرمین: گیس آپ کے صوبے سے نکلتا ہے، ان کو آنا چاہیے یہاں بریفنگ دیں۔

وزیر مکمل زراعت و کواپریوں: دیکھیں! وہ تو آپ رولنگ دے دیں اگر وہ آسکلتا ہے تو بہتر ہے وہ تو میں یہ نہیں کہتا ہوں اگر وہ آتے ہیں تو ہمارے لئے تو بہت ہی اچھی بات ہوگی۔ لیکن میں اتنا کہہ دوں کہ اگر وہ یہاں

آجائیں۔ آپ ان کو رولنگ دے دیں جناب چیئرمین صاحب! کہ فیڈرل منسٹر جس کے پاس گیس ہے۔ ان کو یہاں بلایا جائے اور ہم اپوزیشن اور ٹریزیری پیچرہ مل کے ایک کمیٹی کی صورت میں ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ اور سارے ثناء صاحب ماشاء اللہ بہتر جانتے ہیں۔ ان کے پاس knowledge بھی ہے اور سارے data بھی ہے ان کے پاس ہے۔ اگر آپ رکھ لیں پورے پاکستان کا تو ہم تمام صوبوں کا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ان کو صحیح طریقے سے بنالیں۔ آپ بنائیں سکتے ہو تو ہمیں بھی دکھا دیں ہم اس پر آپ کے ساتھ رہ جائیں گے۔ کہ آپ کی توسط سے شاید آپ کو ہی چیئرمین ہم بنالیں گے کہ آپ اگر اس کو بل کی سب سے بڑی بات جو ہے وہ بل کی ہے۔ کیونکہ ابھی سر دیاں ویسے بھی ختم ہو گئی ہیں۔ تو پھر اگلے سر دیوں کا ہم انتظار کریں گے کہ پریش کم ہو گایا زیادہ۔ لیکن یہ جو بل آتے ہیں۔ یہ آپ گیس کے حوالے سے بھی ہوا اور بھلی کے حوالے بھی۔ جو ہماری ضروریات ہیں جو فیڈرل سے ہماری related issues ہیں۔ ان کے لئے جناب چیئرمین! اگر یہ آپ رولنگ دے دیں کہ فیڈرل منسٹر اور اکنی ایم ڈی یا جو بھی ہے جو کراچی میں بیٹھتا ہے ان کو بھی بلایا جائے۔ اور اس پر ہم متفقہ ایک stand لے لیں اور اس کو حل کرنے کی کوشش کریں تو میں آپ کے ساتھ اس گیس کے حوالے سے حل صاحب! ہم آپ کے ساتھ ہیں انشاء اللہ آپ کے ساتھ رہیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی صحیح ہے۔ جی اصغر اچکزئی صاحب بات کریں۔

جناب اصغر خان اچکزئی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! اللہ الٰہ حملن الرّحیم۔ یقیناً جناب چیئرمین! آج اس عوامی نویعت کے حامل topic پر تمام دوستوں نے بڑی تفصیل سے اور سیر حاصل بحث کی۔ خاص اعداد و شمار کے لحاظ سے ثناء بلوچ صاحب نے بڑی تفصیلی بات کی۔ یقیناً جناب چیئرمین! گیس پر ہمارا رونا اس لئے زیادہ ہے کہ چونکہ گیس بلوچستان کی ملکیت ہے۔ اور ایک لحاظ سے گیس سب سے پہلے بلوچستان سے نکلا ہے۔ اور پوری پاکستان اس سے مستفید ہوئی ہے۔ لیکن بلوچستان کے لوگ آج بھی اس کے لئے ترس رہے ہیں۔ اور یقیناً ایک بات یہاں جناب چیئرمین! ہمیں اس ملک کی تاریخ میں دیکھنے کو ملی ہے۔ میں مختصر سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس سے بالاتر کہ ہم حکومت میں ہیں اور ہمارے ساتھی اپوزیشن میں ہیں۔ ہم بدقتی کہیں یا جو بھی کہیں ہماری یہاں طرز حکمرانی کچھ اس طرح سے ہے کہ جب تک آپ کے ہاں قوت نہ ہو۔ آپ کسی سے بزوی قوت بات منوانہیں سکتے۔ تو آپ کی بات کوئی سنتا نہیں ہے۔ اور ہمارے ہاں اکثر و پیشتر حکومتیں بنتی ہیں بنائی جاتی ہیں پارلیمانی طرز حکومت میں پارلیمان کی اکثریت کی بنیاد پر پھروہ جا کر بنیادی issues کو، بنیادی مسائل کو

دیکھتے نہیں ہیں۔ وہ صرف اپنی حکمرانی کو طول دینے کے لئے اس کو اس عرصے تک یا جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ آج کے اس topic کے حوالے سے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے آج کے یہ چاروں کے چاروں جو آگے آرہے ہیں issues جس پر آج ہم نے بات کرنی ہے۔ ایک کوچھوڑ کے تین کے تین کا تعلق وفاق سے ہے۔ جناب چیئرمین! ہم جتنا بھی یہاں بولیں ہم نے آخر جا کرو وفاق سے اپنی بات منوانی ہے۔ اور اس ملک میں جس طرح یہاں سندھ کی بات ہوئی اس ملک میں جس صوبے کے حکمرانوں نے ڈٹ کے بات کی ہو وفاق سے۔ اس نے کچھ نہ کچھ حاصل کیا ہے۔ اگر آج ہم سندھ کے مثال دے کر کے جب سے یہ ملک بنائے اُس وقت سے لے کر کے ادھر کے حکمرانوں نے چاہے اس وقت کے وفاق میں وہ اپوزیشن میں ہوں اور صوبے میں حکومت میں ہوں یا فیڈرل اور پرانشل دونوں حکومتیں ان کے پاس ہوں۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے عوام کے مفادات کو مد نظر رکھ کے فیصلے کئے ہیں۔ ہمارے ہاں اسی طرح اگر ہم پختون خوا کی مثال لے لیں۔ بھلی کی رائٹلی کی صورت میں انہوں ایک بہت بڑی جنگ لڑی وفاق کے ساتھ 2008ء سے 2013ء کے درمیان۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ اس جنگ کا وہ نتیجہ تھا کہ جس سے این ایف سی ایوارڈ کا اجراء ممکن ہوا۔ لیکن اس صوبے کی بد قسمتی ہے جناب چیئرمین! یہ میں آج کے حوالے سے نہیں کہتا ہوں۔ اگر اس صوبے کی مااضی میں ہم جائیں پچھلی حکومت پچھلی سے پچھلی حکومت۔ جتنی بھی ہم پیچھے چلے جائیں۔ ہم نے آج تک وفاق سے اپنی بات منوانے کی کبھی سوچا تک نہیں ہے۔ کرنا تو دُور کی بات ہے ہم ہمیشہ یہاں اپنے اقتدار کو یہاں اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے ہمیشہ لگے رہتے ہیں۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ آج کی حکومت جس کو ایک دھمکی دے کر کوئی گھرات میں چوہریوں کی بیٹھک میں بیٹھ کے اس سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا ادھر کراچی سے کوئی بات کر کے پھر اس سے بات منوانے کے لئے وہ فودا رو فودا اس کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ آج کی اس کمزوری و فاقی حکومت اس کے سامنے بلوجستان کے یہ مسئلے چاہے وہ گیس پریشر کے حوالے سے ہو۔ چاہے یہاں جہاں تک مہنگائی اور اشیاء خور دنوں کی قیتوں میں اضافے کی بات ہو۔ وہ تعلق ہی رکھتا ہے وفاق سے۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ آج ہماری اسی اسمبلی کے خاص کرتین جماعتیں جو اس وقت صوبے میں بھی دو جماعتیں حکومت میں پیٹی آئی اور بلوجستان عوامی پارٹی اور ساتھ ہی وفاق میں بلوجستان نیشنل پارٹی جو پیٹی آئی کی اتحادی ہے۔ یہ تینوں اس سے بالاتر ہو کرو وفاقی حکومت کے سامنے اپنی رکھ دیں کہ وہ گیس جس سے پورا پاکستان مستفید ہے جبکہ ہم اس کے لئے ترس رہے ہیں۔ وہ گیس جو سب سے پہلے ہمیں ملنا چاہے۔ وہ گیس جس سے پہلے ہمارے ہاں انڈسٹری لگانی چاہیے۔ وہ گیس سب سے پہلے ہمارے لوگ مستفید ہوں۔ اس سے

ہم تو مستفید ہونا تو دُور کی بات بلکہ اس کے لوڈ شیڈنگ اس کی پریشر کی کمی و بیشی سے ہم کبھی گیس کی چلے جانے سے مراجعت ہیں اور کبھی پریشر بڑھ جائیکی وجہ سے دھماکے کی صورت میں ہم لاشیں اٹھاتے ہیں۔ تو ایسی صورتحال میں آج بھی میں کہتا ہوں کہ اگر ہم بلوچستان کے لوگ بیک آواز ہو کر اس سے ہٹ کے کہ کون حکومت میں ہے اور کون اپوزیشن میں۔ ہم وفاق سے بات کر لیں اور ان سے یہ کہیں کہ ہم یہاں تک بھی آپ کے خلاف جاسکتے ہیں کہ ہم آپ کی اس حکومت کو بھی خیر باد کہہ سکتے ہیں اور آپ کے ساتھ اتحاد کو بھی ختم کر سکتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اسی دن ہمارا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ یہ وفاقی سیکرٹریوں کو بلا نے سے، وفاقی وزیروں کے بلا نے سے ایک دن آکے بات سن کے اگلے دن جا کر۔ اس سے مسئلے حل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح ہمارے ساتھ پچھلی سے پچھلی حکومت میں جناب چیئرمین سی پیک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دوسرے مسائل کی مثال ہمارے سامنے ہیں۔ جس طرح شاء بھائی نے بات کی کہ بلوچستان میں وسائل کی انبار ہیں لیکن مسائل کی بھی انبار ہے۔

جناب چیئرمین: اصغر صاحب! تھوڑا مختصر کریں۔ اور کبھی دوست بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب اصغر خان اچجزی: بالکل اس مسئلے پر میں اس پورے ایوان سے ریکوئیسٹ کرتا ہوں جناب چیئرمین! آپ کی توسط سے کہ ہم بلوچستان کے نمائندے بیک آواز ہو کر وفاق سے اس پروٹوٹ کر کے بات کریں۔ کہ جو چیز ہمارا ہے جس سے پورا پاکستان مستفید ہے اس سے پہلے ہمیں مستفید ہونا چاہیے۔ تب جا کر یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ادھر ہم نے بلا نے ہیں آپ کے آڑوڑ سے۔ جی ایم بھی آگے ہوں گے۔ ابھی جس طرح بجلی کی بات ہوئی تین چار مہینے کے بعد بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ درپیش ہو گا۔ پھر آپ کی یہاں سے قراردادیں جائیں گی یہاں زراعت کا مسئلہ پیدا ہو جائیگا۔ پھر ہم قراردادیں پاس کریں گے۔ لیکن کوئی ہماری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ جب تک خاص کر موجودہ حالات میں جہاں ان کو ایک دو تین چار پانچ چھ کی صورت میں ضرورت ہے ایسی صورتحال میں بلوچستان سے پیٹی آئی بلوچستان عوامی پارٹی اور بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل) یہ تینوں کیونکہ ہماری تو وہاں نمائندگی نہیں ہے۔ یہ تینوں وفاق کو اس وقت کندھا دیئے بیٹھے ہیں وہاں۔ یہ تینوں ان سے اپنی بات اس طریقے سے منوالیں تاکہ کل ہم ایک کسی کے سامنے منت سماجت کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے۔

شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی اصغر ترین صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: شکریہ جناب چیئرمین! انتہائی important issue ہے اور جو پچھلی سردیاں گزری ہیں 20 یا 25 دن جو سیال ب اور بارشوں کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ اور اسی دوران بھلی کا غائب ہونا، گیس کی

غائب ہونا اور اس کی عوام پر ایک منفی اتنا اثر کیا ہے۔ لوگ اتنی پریشانی میں مبتلا تھے کہ آپ اور ہم اندازہ نہیں کر سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! اس دفعہ سردی اتنی شدید ہوئی اور لوگ اس برفباری اور بارش سے اتنے متاثر ہوئے شاید 30 سال کی تاریخ یہ ریکارڈ ٹوٹ گیا۔ اور لوگ عوام گیس کی پریشر کے لیے روتے رہے۔ قطار دار قطار یہ گیس کا آفس ہے یہاں لوگ کھڑے رہے۔ ہم لوگوں نے ہر سڑک پر جی ایم ڈی صاحب ہے۔ سیکرٹری صاحب، منسٹر صاحب ہے ہر جگہ رجوع کرنے کی بہت کوشش کی گئی ہے وہاں پہنچے لیکن ہمیں کوئی بھی گیس کی پریشر میں اضافے کوئی آثار نظر نہیں آیا۔ جناب چیئرمین! گیس بلوچستان میں گیس سردی میں اپنی زندگی بچانے کے لیے لوگ استعمال کرتے ہیں ہر صوبے کا اپنا اپنا ایک موسم ہے۔ اس موسم کے لحاظ سے لوگ اپنے احتیاطی تدبیر ضرور پوری کرتے ہیں لیکن اب اگر آپ KP کواٹھالیں پنجاب کواٹھالیں۔ وہ اپنے فیکٹری کے لیے یاسی این جی اپنی گاڑی استعمال کرنے کے لیے یا روزمرہ زندگی سالن وغیرہ بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اب آگیا اکتوبر، نومبر، دسمبر یا جنوری یہ چار مہینے ہیں بلوچستان میں گیس لوگ اپنی زندگی بچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور وفاقی حکومت اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ صوبائی حکومت بھی اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کو ضلع پشین کا ایک گاؤں ہے جس کا نام لومڑان ہے، ہمیں پتہ چلا کہ وہاں ایک خاتون فوت ہو گئی ہے۔ تو ہم جب وہاں پہنچے، پوچھا گیا کہ بھائی یہ کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ خاتون سردی کی وجہ سے جا بکت ہو گئی ہے اس کا ذمہ دار کون ہو گا جناب چیئرمین صاحب؟ اور یہ ایف آئی آرکس کے خلاف کاٹی جائے؟ آیا گیس کے خلاف کاٹی جائے جو ذمہ دار ہے؟ صوبائی حکومت کے خلاف کاٹی جائے؟ وفاقی حکومت کے خلاف کاٹی جائے؟ سیکرٹری کے خلاف کاٹی جائے؟ کس کے خلاف کاٹی جائے؟ کون جواب دہ ہو گا اس کا؟ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے یقین ہو گئے۔ اس کے درد کی دوا کون کرے گا؟ اس کا ازالہ کون کرے گا؟ کس قسم کا ازالہ کیا جائے؟ کیا اس کو حکومت نے کوئی compensate ہے؟ اس طرح کے بیشتر واقعات ہوئے ہیں۔ بوستان میں واقعات ہوئے ہیں اور برشور میں واقعات ہوئے ہیں۔ اور مختلف اضلاع میں واقعات ہوئے ہیں۔ یہ کھلی کھلتے ہیں جب بھی گرمی آتی ہے بلوچستان میں بھلی غائب ہو جاتی ہیں۔ سردی آتی ہے گیس غائب۔ یہ ڈرامہ کب تک چلتا رہے گا؟ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے جناب چیئرمین صاحب! کہ حکومتی وزرا کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ گیس نہیں ہے، اس اسمبلی میں اس فلور پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں افسوس کی بات ہے۔ یہ وفاق سے گیس کی بات کون کرے گا؟ یہ اپوزیشن کی ذمہ داری ہے یا حکومت کی ذمہ داری ہے؟ کیا اس تین مہینے میں آپ نے کوئی

سمیئی تشکیل دی ہے؟ کیا اس تین مہینے میں صوبائی حکومت کوئی وفد تشکیل دی ہے جو اسلام آباد میں جا کر وزیر سے ملیں یا پی ایم صاحب سے ملیں یا سیکرٹری صاحب سے ملیں؟

جناب چیئرمین: یہ صوبائی گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

جناب اصغر علی ترین: ذمہ داری ہے تو پوری کیوں نہیں کی گئی؟ یہ جو افراد سردى سے جاں بحق ہو گئے ہیں اس کی ذمہ داری کس کی ہے؟ کون ذمہ داری لے گا اس کا جناب چیئرمین صاحب! اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ یہاں ہروز یہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ جی گیس نہیں ہے۔ گیس نہیں ہے۔ اوبا با! یا آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ حکومت وقت ہو۔ آپ اس بات کا جواب دہ ہو۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ صرف یہاں کھڑا ہونے سے debate کرنے سے تاکہ لوگ مجھے دیکھیں کہ جی میں نے بھی گیس کی بات کی ہے۔ اس نے بھی گیس کی بات کی ہے۔ صرف ان کی آنکھوں میں دھول جھوٹنے کے برابر ہے عوام کے۔ یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ گیس بھی دیں۔ بھلی بھی دیں۔ اس کی چوری بھی روکیں۔ وفاق سے بات کریں۔ یعنی یہ گیس بلوچستان سے نکل رہی ہے اور بلوچستان کے عوام اس سے محروم ہیں۔ آپ نے دلوں الفاظ سے بات کی وفاق سے۔ آپ نے وفاق سے احتجاج کیا، دیکھیں جناب چیئرمین صاحب! جس صوبے کی حکومت نے وفاق سے ڈٹ کر بات کی تو فاق اس کے پاؤں پکڑے ہیں۔ وفاق نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور اس کی بات کو ترجیح دی۔ لیکن اگر ہم "رام رام" کریں گے ہم ان کے پاؤں کے نیچے بیٹھیں گے اور ہماری ہر چیز کو نظر انداز کریں گے کہ ٹھیک ہے جی ہم نے بات کر لی۔ بات نہیں مانی جا رہی۔ سوچتے ہیں کہ اگر میں نے ایک تلخ بات کر دی، اگر میں تج بات کروں گا شاید میری کرسی چلی جائے۔ اگر ہمیں اس کی پرواہ ہوگی۔ تو یہ بلوچستان بھلگتا جائے گا۔ یعنی اس میں جان بحق افراد کی تعداد آپ اٹھائیں اس کی ذمہ دار کون ہے جناب چیئرمین صاحب؟

جناب چیئرمین: گورنمنٹ آف بلوچستان کو اس پر بات کرنی چاہیے۔

جناب اصغر علی ترین: تو جناب چیئرمین صاحب! میری ان سے یا اپیل ہے آگے گرمی آ رہی ہے لوگ روکیں گے۔ کہ بجائے یہ کھڑے ہو کر تقاریر کریں۔ کھڑے ہو کر وہ عوام کو دکھائیں کہ ہم نے بات کی۔ بھائی! بات نہیں کریں deliver کریں۔ آپ کی حکومت ہے۔ آپ کے پاس free hand ہے۔ حکومت بہت سچھ کر سکتی ہے۔ حکومت کے پاس ایک بہت بڑی واضح اختیارات ہیں Constitution میں، آئین میں۔ آپ اپنے اختیارات کا استعمال کریں نہ کہ یہاں کھڑے ہو کر تقریر کرنے سے کہ بھائی! مجھے لوگ سنیں۔ مجھے لوگ دیکھیں کہ جی منٹ تقریر کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! اس پر میری حکومت سے گزارش ہے کہ

یہاں جس کو گیس کے متعلق معلومات ہیں۔ جس ممبر کو بھی، ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گیس کے حوالے سے بھلی کے حوالے سے۔ اور وہ وفاقی حکومت کے ساتھ بیٹھا کریں۔ ان سے دوڑک بات کریں۔ صوبائی حکومت اس کمیٹی کو سپورٹ کرے پھر دیکھیں کیسے بھلی اور گیس کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ترین صاحب آپ کاموٰ قف آ گیا۔

جناب اصغر علی ترین: لیکن جناب چیئرمین صاحب! میری ایک ریکوٽ اور بھی ہے۔ جن لوگوں کی جانیں اس سردی میں گئی ہیں جن لوگوں کی شہادتیں ہوئی ہیں۔ جو لوگ جاں بحق ہوئے ہیں۔ میری گورنمنٹ سے یہ ڈردمندانہ اپیل ہے اور میں ان سے ریکوٽ کرتا ہوں کہ انکو فی الفور ان کو compensate کیا جائے۔ compensation جوان کو مہینے کے اندر ملے۔ یہ نہ ہو کہ امداد کی جاؤ اور مجھے جو ہے ناں ایک سال کے بعد مجھے امداد دی جائے۔ امداد کریں ان کی۔ ان کی دادرسی کریں۔ ان کی compensation کا بندوبست کریں۔ اور فی الفور کریں اور دوسرا جناب چیئرمین صاحب اے ریکوٽ ہے کہ آپ اپنی رولنگ دیں اور گورنمنٹ سے ریکوٽ ہے کہ کمیٹی بنائیں گیس کے حوالے سے، بھلی کے حوالے سے ایک مضبوط قسم کی کمیٹی بنائی جائے۔ جو دلیل اور دلائل دے کر وفاق سے بات کریں تاکہ یہ مسئلہ ہمارے ختم ہو جائیں۔ گرمی آتی ہے بھلی کا مسئلہ ہے۔ سردی آتی ہے گیس کا مسئلہ ہے۔ اسیں میری ریکوٽ ہے آپ سے بھی اور ان سے بھی۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ترین صاحب! آپ کاموٰ قف آ گیا۔ شکریہ۔ جی ملک نصیر شاہوی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوی: ڈسم اللہ الرحمٰن الرّحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں میری باری اس وقت آئی جب حکومت کی طرف سے سوائے ہمارے ایک آدھ دوستوں کے۔

جناب چیئرمین: آپ کی باری آئی تھی لیکن آپ اُس وقت موجود نہیں تھے۔

ملک نصیر احمد شاہوی: اُس وقت بھی یہی دو بندے تھے میرے خیال میں حکومتی ارکین کی۔

جناب چیئرمین: چلو بھی آپ اپنا موٰقف دے دیں ان کو کوئی بات نہیں ہے اگر حکومت والوں نے باتیں کیں تو وہ بھی آپ لوگوں کی حمایت میں ہی بات کرتے تھیں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ شکریہ۔

ملک نصیر احمد شاہوی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! آج کا جو اپوزیشن کا ریکوٽیشن اجلاس ہے۔ اس میں یہ چار نکات ہیں گیس پر لیشر، حالیہ برف باری، امن و امان اور بلوچستان میں مہنگائی۔ میرے خیال میں بلوچستان کے جو مسائل ہیں اگر اس کو گنا جائے تو درجنوں اور بہت سارے ایسے مسائل اور مشکلات ہوں گے جناب چیئرمین

میں صاحب! کہ جن پر بہت کچھ بولا جاسکتا ہے۔ جن پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس وقت چونکہ ہمارا اینڈرائیٹ پریشیر میں کمی یا یہ چار نکات ہیں۔ میرے خیال میں گیس کے حوالے سے میرے دوستوں نے بہت تفصیل سے بات کی۔ اور میں جتنا بھی کوشش کروں کچھ نہ کچھ repeat ضرور ہوں گے۔ بہت سارے دوستوں نے آئین کے حوالے دیئے۔ بہت سارے دوستوں نے نصانات کا ذکر کیا۔ بہت سارے دوستوں نے جو جانی اموات جو ہوئے ہیں اس گیس پریشیر کی کمی سے، ان کا بھی ذکر کیا۔ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح نصر اللہ زیرے نے کہا کہ میرے حلقے میں بچے، عورتیں اس قسم کی واقعات سے، گیس، دم گھٹنے سے یا وہاں بلاست ہونے سے شہید ہو گئے۔ اسی طرح میرے اپنے علاقے میں بھی اس قسم کے دو تین واقعات ہوئے ہیں۔ اور خصوصاً میرا اپنا ایک قربی عزیز کا بھی جو ہے موت ہوئی اس کی شادی میرے خیال میں 9 دن قبل ہوئی تھی اور اس کی موت جو ہے اسی گیس کی وجہ سے ہوئی۔ جب صحیح سویرے آگ جلانے کی کوشش کی تو وہ بلاست ہوئی۔ اور اس میں اس کی ستر فیصد جسم جل گئی۔ کراچی میں میرے خیال میں ایک ہفتہ رہنے کے بعد وہ فوت ہو گئی۔

جناب چیئرمین: بہت افسوس ہوا ہے۔ اس سے بہت واقعات ہوتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب چیئرمین صاحب! بلوچستان کے تمام مسئلے بہت پرانے ہیں اور مسلسل وہ گھمیز ہوتے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک میں سب سے پہلے جو گیس نکلی وہ سوئی کے مقام پر۔ اور اس ملک میں اور اس صوبے میں جو سب سے آخر میں گیس پہنچی وہ بھی بلوچستان ہی کا حصہ ہیں کوئی جس میں 1984ء میں یہاں گیس پہنچ گئی۔ جب یہ گیس بلوچستان آگیا اس وقت صرف یہ شہر کے کچھ حصوں میں گیس تھی۔ ہمارے کینٹ ایریا میں اس کے بعد پھرستی کا کچھ حصہ پھر یہ مضافات میں چلا گیا۔ آج بھی جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کو مثال دے سکتا ہوں کہ سریاب کے بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں اب تک گیس ہی نہیں۔ دوستوں نے، جس طرح دمڑ صاحب نے کہا اور اسپیکر صاحب! آپ سے پہلے فرماتے تھے کہ عدالت کا حکم آنے کے بعد گیس پریشیر کا مسئلہ میرے خیال میں مستقل حل ہوا ہے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہم سمیت جتنے بھی ہمارے وزیر گلیری میں بیٹھے ہوئے ہیں یا وہاں ہمارے جو دوسرے گلیری ہیں اگر ان سے پوچھا جائے تو اس کا جواب نہیں ملے ہوگا۔ اس عدالت نے دوسری دفعہ پھر اس جی ایم کو بلا یا contempt of Court کے حوالے سے۔ پھر جا کر اس نے وہاں کچھ جھوٹ بول کر اس عدالت کو تسلی دی۔ آج بھی سریاب میں تو میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ لیکن میں نے آپ کو کہا کہ بہت سارے ایسے علاقے ہیں جہاں پر اب بھی یعنی اس وقت یہاں کا ٹمپریچر جناب چیئرمین صاحب! ماہنس 10 سے 12 چلا جا رہا تھا۔ آج وہ

ٹپر پچرات کو میں کراچی سے آ رہا تھا۔ رات سر دترین ہوتا ہے وہ ٹپر پچر پھر بھی 8 جارہا تھا۔ یعنی 8 کے ٹپر پچر میں بھی بہت سارے ایسے علاقوں ہیں جہاں گیس کی پریشیر میرے خیال میں اب تک maintain نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! جس وقت یہاں برف باری اور بارشیں ہوئیں تو اتفاق سے ہم ہمارے چیز میں اکاؤنٹس کمیٹی اختر حسین صاحب، ہم کراچی میں پلک اکاؤنٹس کمیٹی کی ٹریننگ تھی۔ اُس میں ان کے عملے کی ارکین ہم تین چار پارلیمنٹر زد و سوت تھے تو اس دوران یہ برف باری ہوئی اور اسی کی وجہ سے flight delay دو دن یہاں رہا۔ تیسرا دن بھی ہمیں پتہ چلا کہ اسلام آباد سے شاید flight نہیں ہے۔ ہم وہاں سے کراچی گئے۔ جب کوئی پہنچ تو شام کو پھر میں نے سوشن میڈیا پر اختر حسین اور احمد نواز کی تصویر پکھی کوہ ائیر پورٹ سے آتے ہی شاید گیس دفتر پہنچ چکے تھے اور میں کراچی میں تھا بار بار مجھے یون آ رہے تھے کہ ہندہ اوڑک کا روڈ مکمل طور پر بند ہے۔ انتظامیہ مجھے کہہ رہا تھا کہ وہاں نہ گیس ہے اور نہ بجلی ہے۔ اور راستے بھی بند ہیں۔ میں بھی ائیر پورٹ سے اُترتے ہی میں ہندہ اوڑک کی طرف چلا گیا تو جناب اسپیکر صاحب! یہ مسئلہ آج اور کل کا اس میں کوئی شک نہیں اور پھر اگر دیکھا جائے تو اس مسئلے کو اسی طرح رہنے دیا جائے۔ مائننس 8، مائننس 10، مائننس 12، بہت شدید سردی ہوتی ہے۔ جب لوگوں کے گھروں میں گیس نہیں ہو۔ جب لوگوں کے گھروں میں ایندھن کا کوئی خاطر خواہ بند و بست نہ ہو۔ ظاہر ہے وہ پھر احتجاج کے لیے چلے آتے ہیں اس شدید سردی میں میرے خیال میں ہندہ اوڑک کے وہ معتبرین میں نے دیکھے ساٹھ ستر سال کے لوگ بھی اُن میں موجود تھے۔ اس وقت اس روڈ پر بیٹھے ہوئے تھے اس تھانے کے ساتھ۔ یعنی انتہائی دکھ اور تشویش کی بات ہے جناب اسپیکر صاحب! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپوزیشن کے کہنے پر آج یہ ریکوویشنڈ اجلاس میں اس پر بحث ہو رہی ہے۔ میں اپنے دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا ذکر تو کرتے۔ آیا ہمارے وزیر اعلیٰ ہاؤس سے کتنے لیٹر چلے گئے وفاق کی طرف کا اتنے لوگ یہاں شہید ہو چکے ہیں اس گیس کی پریشیر کی کی وجہ سے۔ اور اتنے لوگ سر دیوں میں نکل گئے۔ ایک لیٹر گیا تو یہ سارے جناب چیز میں صاحب! زبانی با تیں ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہاں سے عمر ایوب، جہانگیر ترین اور کچھ لوگ آ رہے تھے بلوچستان۔ ہم نے کوشش کی کہ ہماری پارٹی کے کچھ دوست، ہماری ان سے میٹنگ تھی۔ لیکن شاید وزیر اعلیٰ ہاؤس میں انکی میٹنگ اتنی طویل ہوئی گئی کہ جب رات کو وہ وہاں سے واپس سرینا ہوئیں میں پہنچ تو پتہ چلا کہ موسم خراب ہے۔ اور پھر اس کے بعد جہاں نہیں اڑ سکتا۔ اور وہ ہم سے ملاقات کیئے بغیر چلے گئے۔ اور ہمیں اندازہ تھا کہ شاید یہ سارا دن سی ایم سیکرٹریٹ میں یہ لوگ رہ کر اس گیس کا مسئلہ مستقل طور پر بلوچستان کا حل ہو چکا ہے۔ لیکن بد قدمتی ہے کہ انکے جانے کے بعد آج تک اس گیس کا مسئلہ جوں

کا توں ہے اور اس مسئلے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ میرے دوست اصغر اچنڈی نے بہت اچھی باتیں کیں۔ اس نے میرے خیال میں وفاق کی جوزیدادیاں ہیں انکی باتیں کیں۔ اور متعدد ہونے کی بات کی۔
جناب چیئرمین: نصیر صاحب تھوڑا مختصر بات کریں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: میں پارلیمنٹی لیڈر ہوں۔ میرے خیال میں آپ پہلی دفعہ آئے ہیں۔

جناب چیئرمین: میں کہتا ہوں اور بھی کچھ دوست ہیں بات کرنے والے۔ چلو آپ continue کریں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: مجھے کچھ بولنے دیں۔ میں بات کروں گا۔ جب میرے بیٹھنے کا وقت ہو گیا انشاء اللہ میں بیٹھوں گا۔ تو اصغر جان نے اچھی باتیں کیں۔ کہنے کی حد تک تو یہ بہت اچھی باتیں ہیں۔ جب اسی اسمبلی میں اسی فلور پر ہم نے سینڈک اور ریکوڈ کے متعلق باتیں نہیں کیں؟ ہم نے یہاں پر ایک کمیٹی نہیں بنائی؟ ہم نے یہ تسلی نہیں دی کہ ہم مشترک طور پر وفاق سے جا کر بلوچستان کے مسائل پر بات کریں گے۔ وہ تو چلا گیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کی کتنی میٹنگیں ہوئیں۔ مجھے تو معلوم نہیں۔ ہماری طرف سے ثناء بلوچ اور اختر حسین اسکے ممبر ہیں۔ پتہ نہیں اسکی میٹنگ ہوئی یا نہیں۔ جب اسکی یہاں کوئی میٹنگ نہیں ہوئی تو وہ مرکز سے کیا خاک بات کریں گے اس صوبے کیلئے، اس بلوچستان کیلئے۔ جناب اسپیکر صاحب! اسکے علاوہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں جس پر ہم اپوزیشن نے اٹھ کر اسی فلور پر حکومت کو تسلی دی ہے کہ جہاں تک مرکز کی بات ہے اُس مرکز سے لڑنے کیلئے ہم آپکے ساتھ ہیں۔ ہم آپ سے ایک قدم آگے ہیں۔ لیکن ان سے پوچھا جائے کہ وہ NFC ایوارڈ پر بھی اس فورم پر ہمارے اپوزیشن سے انہوں نے باتیں کیں۔ انکو گلایا اور اعتماد میں لے لیا؟ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جناب اسپیکر صاحب! کہ ہماری حکومت اس میں غیر سمجھیدہ ہے۔ وہ خود نہیں چاہتے کہ بلوچستان کے عوام کے مسائل حل ہوں۔ وہ خود نہیں چاہتے کہ بلوچستان ترقی کرے۔ اچھا ہے کہ زمرک میرا دوست بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے اچھی باتیں کیں کہ ہماری حکومت نے بہت ساری ہمپتالیں بنائی ہیں۔ اُس نے گیس کی ایک دو مثالیں دیں۔ یہ میں بات کر کے پھر تھوڑا جس طرح انہوں نے کہا کہ اس سے related ہیں۔ پھر کچھ اس سے related باتیں میں کروں گا۔ اُس نے اپنے گھر کا ذکر کیا کہ میرے گھر کا اپنائیں ہے وہ ایک لاکھ تریسی ہزار روپے ہے۔ واقعی اُس نے پہلے بھی اسکا ذکر کیا تھا۔ آج وہ کہہ رہا ہے کہ وہ تین لاکھ روپے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ میں نے وہ بیل اس لیئے ادا نہیں کی کہ وہ زیادہ ہے۔ میرے پاس ایسے سینکڑوں لوگوں کی بلیں موجود ہیں جو غریب گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو ایک لاکھ بھی ہزار روپے سے زیادہ جن کی بلیں ہیں۔

وہ صحیح اور شامروزانہ کی بنیاد پر مزدوری کر کے وہ اپنی زندگی کا گزر بس رکرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جب گورنمنٹ کا یہ حال ہے تو غریب لوگوں کا کیا حال ہو گا؟

ملک نصیر احمد شاہوی: یعنی وہ لوگ اپنی بلیں دینے کی پوزیشن میں ہونگے ہمارا ایک منسٹر صاحب کا تین لاکھ سے زیادہ کابل ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان سے زبردستی وصول کیا جائے۔ ان گیس والوں کا حق نہیں بتتا ہے کہ۔ یہ ہر غریب کے گھر میں بل آچکا ہے۔ یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ اس پر سوچنا چاہیے۔ لوگوں نے بلیں دینا، ہی چھوڑ دیا ہے۔ جب وہ بل دے رہے تھے کم یا زیادہ کم از کم ایک بلنگ نیٹ ورک میں تھے۔ آج انکی پوزیشن یہ ہے کہ انکے بس سے یہ باہر ہو چکی ہے۔ وہ بل نہیں دے سکتے۔ تو یہ ہے کہ وہ چوری کریں یا تو وہ بل دینا بند کریں۔ تو میری ایک گزارش یہ بھی ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! پھر بھی ہم انکا offer قبول کرتے ہیں کہ بنائی جائے ایک کمیٹی۔ دوسری کمیٹیوں کی طرح جب وہ بن گی اور انکی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔ یہ گیس کی حوالے سے بھی ایک کمیٹی بنادیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ چلیں وفاق سے بات کریں گے۔ چلو گیس کی اس مسئلے پر ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آخر میں آپ ایک کمیٹی بنائیں اور پھر اس کا رزلٹ جو ہے اس اسمبلی میں لے آئیں۔ یہ ہر سال یہی ہوتا رہا ہے۔ ہر سال یہی بلوچستان کے عوام کے ساتھ ہو رہا ہے۔ بدقتی یہ ہے کہ یہ تو کوئی نہ ہے۔ جب اس کی اندر گیس نہیں ہے۔ زیارت کے منسٹر نے تو کہا کہ ہم نے اپنا تبادلہ بندوبست کر لیا ہے۔ تو پھر کیا زیارت کے جو نپر وہ خاک بچیں گے جنکے لیے ہم نے لوگوں نے گیس وہاں پر پہنچای۔ جب وہاں گیس نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ قدرتی اثاثہ ہے۔ یہ جو نپر جو ہے ہزاروں سال پرانی ہے۔ اور بلوچستان کے اندر واحد یہی ایک علاقہ ہے جہاں جو نپر رہ گئے ہیں۔ تو پھر کیا آپ ساٹھ، ستر لاکھ روپے بچا کر جو ہے اُس سارے جنگلات کو تباہ کر جاتے ہیں؟ میں فرض کرتا ہوں کہ آج زیارت کے پورے عوام کے ساتھ پیسے نہیں ہیں۔ وہ یہ بل ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اسکا تبادلہ یہ ہے کہ وہ جنگلات کاٹ کر کے اپنے اینڈھن کا بندوبست کر کے اپنی زندگی بچائیں یا پھر حکومت جو ہے انکو سب سدی دیں۔ مفت میں انکو دے دیں گیس۔ انکے پیسے گورنمنٹ آف بلوچستان دے دیں۔ گورنمنٹ آف پاکستان دے۔ اس لیئے دے کہ کم از کم وہ زیارت میں جو صنوبر کے قدرتی جنگلات ہیں انکو تو بچایا جاسکے۔ جس طرح ثناء نے آپ کو مثالیں دیں۔ کیا اس گیس سے ہم نے باقی دوسرے انڈسٹریز کو سب سدی نہیں دیئے ہیں؟ آج جو کھاد ہم بنا رہے ہیں اس کے اندرجو ہے اس گیس کی سب سدی شامل نہیں ہے؟ یہ آج سے دس، بارہ، پاندرہ سال سے مسلسل ہم سب سدی دے رہے ہیں۔ پچاس سال سے جب ہم سب سدی دے رہے ہیں تو اپنے ایک چھوٹے سے صوبے کے ایک چھوٹے سے علاقے

کے جہاں کی آبادی ہزاروں میں ہیں۔ لاکھوں میں بھی نہیں ہے۔ اور ان گھر انوں کو شمار کیا جائے تو وہ سینکڑوں میں ہیں۔ کیا انکا حق نہیں بتتا ہے کہ ہم انگویس دیکر زیرت کے قیمتی صنوبر کے جنگلات کو بچائیں۔ یہ تمام کام حکومت کی ہے جناب اپنے صاحب! اور اس حکومت نے نہ یہ کسی کی متعلق بات کی ہے نہ بجلی کی متعلق۔ اس سے پہلے جو بجلی کی سبستی آئی تو وہ آخر مینگ کے گورنمنٹ میں چار ہزار روپے کی۔ اسکے بعد اسی سبستی کو چلاتے رہے۔ اور اس اسمبلی کے فلور پر اچھا ہوا کہ دوستوں میں مجھے یاد دلایا۔ آج آپ کی یہ سبستی دسمبر میں ختم ہو چکی ہے جناب چیئرمین صاحب! آپ کو بھی سبستی نہیں ہے۔ آپ کے زمیندار استعمال کر رہے ہیں جو بجلی بغیر سبستی کے استعمال کر رہے ہیں دوسرا ہمینہ ہو چکا ہے۔ اس وقت تک یہ سبستی extend ہوتی چلی گئی۔ اس گورنمنٹ کے دور میں تو یہ سبستی بھی چلی گئی۔ ہر زمیندار کا بل تقریباً ڈیڑھ، دو لاکھ روپے آرہا ہے۔ جس کونہ دینے کی پوزیشن میں ہے۔ وہ نہیں دے سکتے۔ ہم نے اس صوبے کے اندر نہیں اس ملک کے اندر ہم نے ٹماڑ کو تین سو روپے نہیں خریدا۔ جب بلوچستان کے ٹماڑ ہم لوگوں نے خود جا کر قلعہ سیف اللہ کے روڑوں پر ہم نے پھینک دیئے جب ہمارے اپنے ٹماڑ تھے۔ اسکو قیمت نہیں ملی۔ دوسری سال جو ہے بلوچستان کے زمینداروں نے ٹماڑ نہیں لگایا۔ آپ نے تین سوروں پے میں ٹماڑ خریدا۔ ایران سے بھی ٹماڑ آتا گیا لیکن قیمتوں پر فرق نہیں پڑا۔ سملگنگ ہو کر ائے کشمیر اور انڈیا سے ٹماڑ آتے رہے۔ لیکن پھر بھی ہم لوگوں نے ٹماڑ تین سوروں پے میں خریدا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کچھ علاقوں میں کچھ سبستی ملنی چاہیے۔ بجلی کے حوالے سے آج اگر بلوچستان کے تمیں ہزار ٹیوب ویلوں کو آپ بجلی کی سبستی دے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمیں ہزار گھر انوں کو نہیں بلکہ پورے ملک کو سبستی دے رہے ہیں۔ بلوچستان میں ستر کے قریب ایسے پھل اور سبزیاں ہیں جو صرف اس صوبے میں پیدا ہوتیں ہیں۔ اور اس ملک میں سبزیوں کی ضروریات ہیں آٹھ مہینے تک پیاز اور ٹماڑ بلوچستان دے رہا ہے۔ اس میں آپ درجی، حب، خضدار، نال، وڈھ۔ یہاں سے لیکر آپ مستونگ، فلات اور خاران نک جائیں۔ اگر انکو تھوڑی سی سبستی مل رہی ہے تو اسکی وجہ یہی ہے۔ پھر بھی وہ سبستی، جس طرح زمرک خان نے خود اچھی بات کی کہ چار سے پانچ گھنٹے یا چھ گھنٹے جو ہے وفاق سے بجلی ہمیں مل جاتی ہے۔ پورے ملک میں جناب چیئرمین صاحب! آج لوڈ شیڈنگ زیر و ہوتا جا رہا ہے۔ بلوچستان کی جواب بھی بجلی کی ضروریات ہیں وہ ساڑھے اٹھارہ سو میگاوات ہے۔ اور ہمیں سات سو میگاوات بجلی مل رہی ہے۔ اور اس سات سو میگاوات جب بیس ہزار میگاوات کے اندر سنائے ہے تین ہزار میگاوات جو ہے چوری ہو جاتی ہے پورے اس ملک میں اس میں کراچی بھی شامل ہے۔ اس میں لاہور بھی شامل ہے۔ اس میں سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے بڑے

بڑے شہر شامل ہیں۔ وہ سب سدھی ساڑھے تین ہزار میگاوات جو ہے وہاں کی جو بجلی ہے وہ چوری ہو جاتی ہے۔ اگر بلوچستان کے سات سو میگاوات بجلی میں اسکو صرف تین ہزار ٹیوب ویلوں کو یہ سب سدھی دی گئی تو یہ کونسا س اس بڑے صوبے کے ساتھ جو اتنے بڑے وسائل رکھتا ہے۔ جو اس ملک کے بہت سارے حصوں کو پالتا ہے تو اس میں ان لوگوں کا بھی حق بنتا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! ایک چھوٹی سی بات میں آج کروں۔ کہ جس طرح میرے دوستوں نے کہا کہ کوئی تو اپنی جگہ پر لیکن کواس کے علاوہ جو دیگر چار ضلعوں کو گیس دی گئی ہے وہاں۔ نام ان ضلعوں کا ہے۔ سرد یوں میں ان کو گیس نہیں ملتی۔ قلات میں آپ آج بھی جائیں قلات کے لوگوں کو گیس نہیں ملتی ہمارے منشڑ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں خود انکو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ قلات میں آج بھی نوے فیصد لوگ جو ہے اس گیس سے محروم ہیں۔ وہاں پر یہ نہیں ہے مستونگ میں گیس موجود ہے۔ ٹی کے کچھ ایریا کے دس فیصد تک۔ باقی پورے مستونگ میں گیس نہیں ہے۔ زیارت کے منشڑ نے تو خود مان لیا کہ میرے علاقے کے لوگوں نے متبادل بندوبست کی ہے جس طرح اختر حسین نے کہا کہ اس دور میں بھی ڈیرہ ہگٹی کے عوام، جو وہاں سے گیس لکھتی ہے وہ گیس سے محروم ہیں تو ہم بلوچستان اور خصوصاً اس گیس کی کیوں دعویٰ کریں۔ دوستوں نے اچھی باتیں کیں۔ جناب چیئرمین صاحب! انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت نے اتنی ہسپتالیں بنائیں۔ تو بات کو تھوڑا میں اس لیے آگے لے جاتا ہوں۔ میں بھی ایک ہسپتال اور ایک اسکول کی چھوٹی سی بات کر کے پھر اسکو windup کروں گا۔ جناب چیئرمین صاحب! ایک چھوٹی سی رپورٹ ہے جو روزانہ نامہ حب کا ہے اس نے گذانی کے ایک ہسپتال کی مثال دی ہے کہ یہاں اس ہسپتال کے اندر، شیخ آباد ہسپتال کے اور یہ گذانی شپ بریکنگ کے ساتھ جڑا ہوا ہے یہاں جتنے بھی حادثات ہوتے ہیں تو اسی ہسپتال کے اندر انکا اعلان ہوتا ہے اور آپ نے دیکھا کہ اس میں بندے بھی مر گئے، تیس بندے بھی مر گئے اس میں کتنے لوگ مر گئے اس ہسپتال کے ساتھ اسکا جوڑا نسفار مر ہے ادھراں کی تصور بھی ہے اس میں لکھا ہے کہ گزشتہ چھ ماہ سے یہ ٹرنسفارمر خراب ہے اور ساتھ یہ لکھا ہوا ہے کہ خدا نخواستہ اس شپ بریکنگ یارڈ کے قریب اس قسم کا کوئی اور حادثہ رونما ہو تو اس کیلئے اور کوئی سنٹر نہیں ہے جہاں اس کو ابتدائی طبقی امداد دے سکیں اور اسی دن کی اسی اخبار کے اندر صوبائی حکومت کی ایک بہت بڑا اشتہار لگا ہوا ہے تین، چار لاکھ روپے کا اس میں اسکی کارکردگی کی بھی تعریف کی گئی یہ تو ہمارے وزیر اعلیٰ کے ڈسٹرکٹ کے اندر ہے۔ اور یہ اخبار اسکا گواہ ہے تین دن پہلے کا ہے جناب چیئرمین: میرا بھی ڈسٹرکٹ ہے جناب۔

ملک نصیر احمد شاہوی: ملک نصیر احمد شاہوی: جو بھی ہے۔ اسی اخبار کے اندر اسی کے ساتھ یہ ایک اسکول کی مثال بھی

لکھا ہوا ہے۔ ایک نظر ادھر بھی۔ اسی اسکول کے اندر لکھا ہوا ہے کہ یہ اسکول کہاں ہے۔ یہ اسکول ہے میاں آباد گوٹھ اور تھل میں۔ اور اس اسکول میں ایک ٹپیر ہے جو گزشتہ کئی مہینے سے غیر حاضر ہے۔ اور یہاں تین سو سے زیادہ بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ یعنی وزیر اعلیٰ کے نظروں کے سامنے، اسکے گھر میں۔ یہ اخبارات پوری دنیا میں جاتی ہیں۔ وہ بھی پڑھتا ہے اور ہم بھی پڑھتے ہیں۔ جب وہاں کی یہ پوزیشن اور یہ حالات ہیں۔ تو پھر باقی بلوچستان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ اس پر اللہ ہی رحم کرے۔ باقی میں یہی تمام باتیں اس حکومت کا اصل چہرہ بھی ہے۔ اصل تصویر جو یہ اخبارات عکاسی بھی کرتے ہیں۔ جو بچہ ہو رہا ہے بلوچستان میں۔ اگر صرف اور صرف ہم یہ اداریہ پڑھیں۔ اس پر انکی تصویریں دیکھیں تو پھر ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بلوچستان کی وہ شہدا و دو دھکی نہریں کہاں بہہ رہی ہیں جو ہم اور آپ سب کو کہیں پر بھی نظر نہیں آتے۔ جناب اسپیکر صاحب! ایک چھوٹی سی بات میں اپنے حلقة کے حوالے سے اس لیئے کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دنوں وزیر اعلیٰ صاحب شیخ زید ہستال میں آ کر انہوں نے کینسر بلاک کا افتتاح کیا۔ تورات کو مجھے بھی اطلاع ملی کہ آپ آ جائیں سی ایم سیکرٹریٹ سے کوئی فون آیا۔ میں بھی اسی علاقے کا نمائندہ ہوں۔ اور میرا حلقة بنتا ہے۔ ایک دفعہ تو پہلے یہ کوشش کی گئی جناب چیئرمین صاحب! ایک بورڈ نصب ہوا اور مجھے کئی ہفتہ پہلے پتہ چلا کہ کل وزیر اعلیٰ صاحب آنے والا ہے۔ پھر پتہ نہیں کس حوالے سے کینسل کیا گیا۔ دوسری دفعہ جب مجھے دعوت ملی تو میں آیا اس پروگرام میں جناب چیئرمین صاحب! میرے لیئے کوئی سیٹ مختص نہیں کی گئی۔ وزیر اعلیٰ صاحب کا پروٹوکول آفسرا پنے ہاتھوں سے سب لوگوں کو بھٹھاتا تھا۔ میں جا کر پونکہ میری کہیں پر کوئی سیٹ نہیں تھی تو میں پچھے جا کر بیٹھ گیا۔ بہت سارے ایسے لوگ جو پروگرام یہ لگ رہا تھا کہ یہ باب پارٹی کا ایک جلسہ لگ رہا ہے۔ اس کے اندر تمام وہ لوگ ہیں۔ اور ان تمام لوگوں کا رات ہی کو وہ پر چیاں بنی ہوئی تھیں۔ وزیر اعلیٰ کی سیٹ کے ساتھ جس بندے کی پرچی گلی ہوئی تھی آخر تک وہ چار دفعہ اُن کو چنچ کیا گیا وہ بندہ نہیں آیا۔ اور پانچویں دفعاً اُس پر کوئی اور بیٹھ گیا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے جناب چیئرمین صاحب! وہ میرا حلقة ہے، میں اُس علاقے کا نمائندہ ہوں یہ میرا استحقاق بنتا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ جب وہاں آنا چاہیں۔ اگر اُس نے مجھے دعوت دی تو وہ مجھے بھٹھا سکتا تھا اور سپاس نامہ میں بھی پڑھا سکتا تھا۔ اُس علاقے کے مسائل اُس کو بتا سکتا تھا۔ یہ اُن کا فرض بنتا ہے۔ لیکن افتتاح پر بھی وہ ہیلی کا پڑھ میں آگئے۔ وہاں جا کر اُس نے افتتاح کی اور اس کے بعد حسب روایت وہ لمبی چوڑی تقریر جو چھی لکھنؤ والی اردو ہے اُس میں اُس نے وہ بھی کڑا لی۔ اور اُس کے بعد جب چائے پینے کیلئے چلے گئے تو میں چلا گیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب چیئرمین صاحب! بلوچستان نیشنل پارٹی کو جو مینڈیٹ ملی ہے اُس حلقوں

میں۔ وہاں کے عوام کو بلوچستان پیشل پارٹی سے محبت ہے۔ اس سے پہلے کی جو حکومت گزری اُن علاقوں میں اُنہوں نے اربوں روپے وہاں دیئے لیکن آج اُس کا حشر پوچھیں کہ وہاں سے کتنے ووٹ اُنہوں نے حاصل کئے۔ جناب! وزیر اعلیٰ صاحب کے جانے کے بعد بھی آپ کی BAP پارٹی کی وہی پوزیشن ہو گئی وہیں پر۔ لیکن کم از کم بحیثیت پارلینمنٹریں، بحیثیت یہاں کا نمائندہ، یہ ہمارا حق بتاتے ہے کہ اگر آپ ہمارے علاقے میں آئیں، ہمیں بلا کسی تو کم از کم ہمیں ساتھ بٹھا کر ہمارا پاسنامہ ہمارے علاقے کے مسائل، ہمارے علاقے کی مشکلات آپ کو پوچھنا چاہیے۔ ویسے تو میرا استحقاق بتاتے ہے کہ اس پر میں جتنی بھی لمبی تقریر کروں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم وہ بلوچ ہے اور بلوچی روایات کو بھی جانتا ہے، وہ پارلینمنٹریں بھی ہے، وہ استحقاق کو بھی جانتا ہے اور وہ تمام باتوں کو سمجھتا ہے، یہ میری باتیں تھیں میرے خیال میں بہت سارے دوستوں نے بات کرنی ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ نصیر صاحب۔ جی اختر حسین صاحب۔

میر اختر حسین لاغو: شکریہ جناب چیئرمین جناب چیئرمین! یہ میرے خیال سے بلوچستان اور خصوصاً کوئٹہ کے عوام کے ساتھ یہ جو ملک صاحب جس فنکشن کا ذکر کر رہے ہیں، یہ کوئٹہ اور بلوچستان کے عوام کے ساتھ سراسر ایک مذاق ہے۔ کیونکہ کینسر ہسپتال کے لئے، ہمارے فناں منظر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، پھر دوساروں سے دو ارب روپے کا فنڈ پڑا ہوا ہے پی ایس ڈی پی میں وہ reflecto بھی ہے۔ لیکن کینسر ہسپتال نہیں بنایا جا رہا ہے۔ اُسی ہسپتال کے اندر جناب والا! ایک وارڈ کا افتتاح کیا اور اُس کو کینسر ہسپتال کا نام دیا۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ آپ سینار ہسپتال کو تھوڑا اسے improve کر لیتے وہ اس سے زیادہ بہتر تھا۔

میرضیاء اللہ لاغو (وزیر حکمہ داخلہ و قبائلی امور پی ڈی ایم اے): جناب چیئرمین! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: پورا ہے، نہیں ہے۔ کل شام کو اجلاس رکھیں، پرسوں رکھیں۔ جمعہ والے دن صبح یا شام کو؟ کل پھر صبح کو رکھیں کل صبح ٹھیک ہے؟ ٹھیک ہے کل گیارہ بجے کیلئے ابھی برخاست کیا جاتا ہے۔ thank you نہیں یہ تو نامم پر شروع کرنا ہے جی شکریہ۔ اب اجلاس کل صبح 11:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 08:00 جکر 42 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)